هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ

مرتبہ

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

مکتبہ الفرقان بریلی

میں ہر قسم کی علمی مذہبی کتابیں نہایت سستی ملتی ہیں

"شاہ ولی اللہ نمبر" الفرقان بریلی کا دوسرا کتابی ایڈیشن

باضافات جدیدہ و ترمیمات مفیدہ

جس کی تیاری میں ادارہ "الفرقان" کے علاوہ حضرت مولٰنا سندھی، علامہ سید سلیمان ندوی، مولٰنا سید مناظر احسن گیلانی مولٰنا سید ابوالاعلٰی مودودی جیسے متعدد مشاہیر اہل علم اور ممتاز ارباب تحقیق نے بھی خاص حصہ لیا ہے اور جس کو بلا مبالغہ عہد حاضر کا بے نظیر علمی شاہکار کہا جا سکتا ہے۔ افادیت و مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ پہلا ایڈیشن صرف پندرہ دن میں ختم ہو گیا تھا۔

ساڑھے تین سو عنوانات

جامعیت و ہمہ گیری کا اندازہ بس اس سے کیا جا سکتا ہے کہ مختلف قسم کے مذہبی و سیاسی اور علمی و تاریخی مباحث کے متعلق اس میں قریباً ساڑھے تین سو عنوانات ہیں جن کے ماتحت حضرت شاہ ولی اللہؒ کے ارشادات اور طریق عمل کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔

یہاں صرف چند خاص اصولی مضامین کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے

۱۔ تجدید دین کی حقیقت، مقام مجددیت کی تشریح اور مجددین کی خصوصیات۔ تاریخ اسلام کے مشہور مجددین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، امام غزالیؒ، امام ابن تیمیہؒ، مجدد الف ثانیؒ، شاہ ولی اللہؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے تجدیدی کارناموں پر مفصل تبصرہ اور دور حاضر میں تجدید دین و احیاء ملت کا نقشہ اور اس کی ضرورت۔

۲۔ ہندوستان میں اسلام کے داخلہ سے عہد عالمگیری تک کی پوری دینی تاریخ کہ عرب کے اس مسافر پر اس دیس میں کیا کیا گزرا۔

۳۔ غازی عالمگیرؒ کی وفات سے سلطنت مغلیہ کے سقوط، انگریزوں کے تسلط اور پھر اسمٰعیل شہیدؒ کی تحریک جہاد تک کے حالات پر تبصرہ یعنی سکھ تحریک، مرہٹہ گردی، نادر شاہ درانی کی خونریزی اور احمد شاہ ابدالی کی جنگ کے اسباب و اثرات اور ان تمام سیاسی واقعات سے شاہ ولی اللہؒ کے تعلقات اور ان انقلابات کے متعلق آپ کے الہامات۔

۴۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی سوانح حیات، ان کے آباء و اجداد و اساتذہ و مشائخ، خاص تلامذہ اور اولاد امجاد کے حالات اور خدمات

۵۔ شاہ صاحب کی علمی و عرفانی خصوصیات قرآن و حدیث، فقہ اور تصوف سے متعلق علوم میں آپ کی تجدید اور فلسفہ تشریع کی تاسیس و تدوین۔

۶۔ دور حاضر کے مسلمانوں کیلئے لائحہ عمل اور صحیح اسلامی انقلاب کا ولی اللہی پروگرام۔

نظمیں اور فوٹو بلاک نیز شاہ صاحبؒ کے متعلق بلند پایہ و معیاری نظمیں اور آپ کی دستاویزی تحریروں کے فوٹو نیز آپ کے مزار مبارک اور شاہ اسحٰق صاحب کی آخری اقامت گاہ "اکبر آبادی مسجد" کا فوٹو بھی آپ اس مجموعہ میں ملاحظہ فرمائیں گے ضخامت ۳۲۰ صفحات قسم عام کاغذ ۱۰ پونڈ والا قیمت عہ محصولڈاک قسم خاص کاغذ ۲۴ پونڈ والا عہ محصولڈاک ۹ مجلد منگوانے کی صورت میں جلد کے ۸ علحدہ ہونگی اور محصولڈاک وغیرہ ۱۲ جلد دہلی ساخت نہایت خوشنما سنہری ہے۔

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ الفرقان بریلی یو۔پی

چندہ سالانہ
تین روپے
پیشگی
نمونہ کا پرچہ ۴/

ممالک غیر سے
۸ شلنگ
پیشگی
نمونہ کا پرچہ ۸/

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ
الفرقان
بریلی

جلد ۹ | بابتہ ماہ شعبان ۱۳۶۱ھ | نمبر ۸

ایک ضروری اطلاع

(۱) اس جگہ ▭ سرخ پنسل کا نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری اس پرچہ پر ختم ہو گئی ہے لہذا براہ کرم آئندہ کیلئے اپنا زرِ چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر ممنون فرمائیے اور اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے آپ الفرقان کی سرپرستی سے دست کشی پر اسوقت مجبور ہی ہوں تو از راہِ عنایت ایک کارڈ کے ذریعہ ہمکو مطلع ضرور فرمادیں اگر آئندہ ماہ کے پرچہ کی اشاعت تک آپ کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں آئی اور چندہ بھی موصول نہیں ہوا تو اگلا پرچہ حسب قاعدہ بذریعہ وی۔ پی ارسال خدمت ہوگا اور جناب کی دینی شغف اور "الفرقان نوازی" سے توقع کیجائے گی کہ آپ اس کو ضرور وصول فرمائینگے — (ناظم الفرقان بریلی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نگاہِ اوّلین

از محمد عطاء اللہ القاسمی ناظم الفرقان

یہ رسالہ جو اس وقت آپ کے پیشِ نظر ہے اس کی تکمیل و ترتیب شعبان میں ہو چکی تھی اور خیال تھا کہ زیادہ سے زیادہ اگر تاخیر ہوئی تو شروع رمضان میں یہ آپ حضرات کے ہاتھوں تک پہنچ سکیگا لیکن سوء اتفاق کہ پریس میں چار پلیٹیں اس بری طرح خراب ہوئیں کہ بار بار کی درستی کے بعد بھی قابلِ طباعت نہ ہو سکیں، اسکا یہ نتیجہ ہے کہ اب غالباً رمضان مبارک کی آخری تاریخوں میں یہ آپکے پاس پہنچ سکیگا اگرچہ الفرقان کی تاریخ میں اس قسم کی تاخیر کوئی نئی بات نہیں ہے لیکن افسوس اس کا ہے کہ اس اشاعت میں ایک خاص مضمون ماہِ صیام کے متعلق شامل ہے اس تاخیر کی وجہ سے اب وہ مضمون ناظرین کیلئے بے لطف ہو جائیگا

رسالہ کی اصل ترتیب میں نگاہِ اوّلین کے ذیل میں اعتکاف کے متعلق مدیر الفرقان کا ایک مختصر مگر نہایت پُر ترغیب و تشویق مضمون تھا اب اس تاخیر کو دیکھتے ہوئے مجبوراً اس کو نکال لیا گیا اور اسی کی بجائے معذرت کی یہ سطریں لکھی جا رہی ہیں۔ گویا رسالہ کی پہلی کاپی اس ترمیم کے بعد دوبارہ چھپوائی جا رہی ہے امید ہے کہ ناظرین کرام ہماری مجبوریوں کے پیشِ نظر ان کوتاہیوں کو معاف فرمائیں گے۔

مدیر الفرقان شعبان کی آخری تاریخوں میں دار الاسلام سے واپس آ گئے تھے لیکن یہاں پہنچکر شروع رمضان سے نہایت سخت قسم کے ملیریا میں مبتلا ہو گئے اور اسوقت تک کہ یہ سطریں سپرد قلم کیجا رہی ہیں اور رمضان مبارک کی بائیسویں تاریخ ہو چکی ہے دوروں کا سلسلہ جاری ہے لیکن بظاہر مرض کا زور ٹوٹ چکا ہے اور طبیعت کا رجحان صحت کی طرف ہو چلا ہے اس لئے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ دو چار روز میں دوروں سے نجات ملجائیگی۔

موصوف اس علالت کیوجہ سے آئندہ مہینہ کے پرچہ کیلئے اس وقت تک کچھ نہیں لکھ سکے ہیں اسلئے بہت ممکن بلکہ اغلب ہے کہ اگلا پرچہ بھی ہم تاخیر سے پیش کر سکیں گے۔

سخنہائے گفتنی :-

خاص دوستوں سے ایک ضروری گزارش

اخوانی الکرام!　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

یہ چیز تو آپ کے علم میں ہوگی کہ الفرقان کی پوری ۸-۹ برس کی عمر میں بہت کم دن ایسے گزرے ہیں کہ اس کی آمدنی اس کے اخراجات کی متکفل ہو سکی ہو' اور اس لئے قریب قریب ہمیشہ ہی وہ خسارہ سے چلایا گیا پھر جوں جوں جنگ کے اثر سے کاغذ وغیرہ دیگر ضروریات پریس گراں ہوتے گئے' اس خسارہ کا تناسب بھی بڑھتا گیا لیکن ابتک "مکتبہ الفرقان" کی آمدنی سے بڑی حد تک اس خسارہ کی تلافی ہوتی رہی بلکہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ بحمد اللہ "مکتبہ" کا منافعہ رسالہ کے خسارہ سے بڑھ بھی گیا لیکن سال رواں میں کاغذ وغیرہ کے نرخوں کے اور بھی زیادہ چڑھ جانے اور پھر ساتھ ہی خریداروں کی تعداد بہت زیادہ گھٹ جانیکی وجہ سے امسال رسالہ پر جو خسارہ نظر آرہا ہے وہ اتنا ہے کہ رسالہ کی پوری عمر میں اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ ادھر چونکہ جنگی اثرات نے لوگوں کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ صرف اپنی زندگی کی اصل ضروریات ہی پر پیسہ خرچ کریں اس لئے اس سال "مکتبہ" سے کتابوں کی نکاسی میں بھی غیر معمولی کمی ہے۔ مگر حالات کی اس ناسا عدت کے باوجود متوکلاً علی اللہ اپنا فیصلہ اور عزم یہی ہے کہ اگر خدا نخواستہ حالات اس سے بھی زیادہ ناموافق ہو جائیں جب بھی اس کو جاری رکھا جائیگا۔ الا ان یشاء اللہ

ان حالات کو آپ کے سامنے پیش کرنیکا مقصد آپ سے کوئی چندہ یا عطیہ حاصل کرنا نہیں ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ "دفتر الفرقان" کی طرف سے دوستوں کو کبھی اس قسم کی تکلیف نہیں دی گئی بلکہ غرض صرف یہ ہے کہ ہمارے اُن مخلص احباب کو جو ہمارے ساتھ صرف خریداری کا تعلق نہیں رکھتے ہیں بلکہ اس کے علاوہ کوئی اور للہی تعلق اور خدا واسطے کی ہمدردی بھی ان کو ہمارے ساتھ ہے' اُن کے علم و احساس میں یہ چیز رہے کہ اس وقت کن مشکلات میں یہ کام چلایا جا رہا ہے۔

پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ اس وقت ہمارے لئے کاغذ کی بے انتہا گرانی سے زیادہ مشکل مسئلہ وقت پر کاغذ نہ ملنے کا ہے۔ کاش اللہ تعالےٰ ہمارے لئے ایسی کوئی صورت کر دے کہ کم از کم ۶ مہینے کی ضرورت کا کاغذ ہمارے یہاں محفوظ رہا کرے' اس کیلئے صرف چھ سات سو روپیہ کی ضرورت ہے۔ قریباً ایک سو دوستوں کی خریداری کا حساب اس مہینے اور آئندہ مہینے میں ختم ہو رہا ہے اگر یہ تمام حضرات اطلاعیابی کے ساتھ ہی اپنا اپنا چندہ بھیجدیں اور رمضان مبارک کے مہینے میں ہر سال جتنی کتابیں "مکتبہ الفرقان" سے نکل جاتی ہیں اگر اس وقت بھی اتنی نکل جائیں تو انشاء اللہ اس قدر رقم فراہم ہو سکتی ہے اسی واسطے اس رسالہ کے ساتھ مکتبہ کی فہرست بھی شائع کی جا رہی ہے۔ تو کیا اس مسئلہ میں آپ کچھ کر سکتے ہیں ؟؟

نذرِ عید

(از جناب مولوی امیرالدین خاں صاحب منشی فاضل راجپوتانہ)

اضطرابِ شوقِ عید اور آخری روزِ صیام — کچھ شفق سے اور کچھ بادل سے پُر دامانِ شام
انتظارِ جلوۂ مہ میں پریشاں خاص و عام — آرزوئیں آگئیں کھنچ کھنچ کے آنکھوں میں تمام

گوہرِ درجِ فلک نیکو بہ بازار آمدہ
سرنوشتِ عشرتِ مسلم پدیدار آمدہ

کچھ تو "صوموا تصحوا" کی تعمیل پر فرحاں چلے — کچھ "انا اجزی بہ" کے وعدہ پر شاداں چلے
کچھ تراویح و صلوٰۃ و صوم پر نازاں چلے — قطرۂ اشک "قیام اللیل" در داماں چلے

من چہ نذرِ صوم پیشت با دلِ شاد آورم
فاقہ و سنگِ شکم روزِ احد یاد آورم

فاقہ کر کے خوش ہوں پورا کر لیا ماہِ صیام — خاک پر سر پھوڑنے کا رکھ لیا ہے سجدہ نام
کیا یہی وہ دولتیں ہیں "نذر" کا لوں جس سے کام — کیا یہی آداب ہیں شایستۂ نیل مرام

در چمن زارت گلِ بے رنگ و بو آوردہ ام
یاس ہا در حضرتِ "لا تقنطوا" آوردہ ام

عید کے اصلی حقدار

(از جناب محمد دین صاحب ادیب چکوال)

عید اُن کی تھی جنھیں عشقِ محمد مصطفےٰ — دے گیا تھا بدر میں "طوبیٰ لھم" کی خوش نوید
عید اُن کی تھی جنھیں طاقت یہ ارزانی ہوئی — راہِ حق میں ہو گئے اسلام کی خاطر شہید

گر ہوں تازہ وہ روایاتِ سلف تو اے ادیب
پھر منا سکتے ہیں ہم اسلامیانِ ہند عید

معارف الاحادیث

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرءٍ مانوی فمن کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فھجرتہ الی اللہ و رسولہ ومن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او امرءة یتزوجھا فھجرتہ الی ماھجر الیہ

(متفق علیہ)

(ترجمہ) انسانی اعمال کا دارمدار بس نیتوں پر ہے اور ہر آدمی کو اس کی نیت ہی کے مطابق پھل ملتا ہے تو جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کی (اور خدا و رسول کی رضا جوئی و اطاعت کے سوا اس کی ہجرت کا کوئی اور باعث نہ تھا) تو اس کی ہجرت درحقیقت اللہ و رسول ہی کی طرف ہوئی (اور بیشک وہ اللہ و رسول کا سچا مہاجر ہے اور اس کو اس ہجرت الی اللہ والرسول کا سچا پھل ملیگا) اور جو کسی دنیاوی غرض کیلئے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی خاطر "مہاجر" بنا تو (اسکی ہجرت اللہ و رسول کیلئے نہ ہوگی بلکہ) فی الواقع جس دوسری غرض اور نیت سے اس نے "ہجرت" اختیار کی ہے عند اللہ بس اسی کیطرف اس کی ہجرت مانی جائے گی اور وہ اسی کا پھل پائے گا۔"

حدیث کی خصوصی اہمیت | یہ حدیث اُن "جوامع الکلم" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن مختصر مگر نہایت جامع اور وسیع المطالب ارشادات میں سے ہے جو باوجود اختصار کے دین کے ایک بہت بڑے حصہ کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں اور جو حقیقی معنی میں "دریا بکوزہ" کے مصداق ہیں، یہاں تک کہ بعض ائمہ نے کہا ہے کہ "اسلام" کا ایک چوتھائی حصہ اور بعض نے کہا ہے کہ ایک تہائی حصہ اس حدیث میں آگیا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ جو کچھ ان ائمہ نے فرمایا مبالغہ نہیں ہے بلکہ عین حقیقت ہے اور اسی خصوصی اہمیت کی وجہ سے امام بخاری نے اپنی "جامع صحیح" کو اور ان کے بعد امام بغوی نے "مصابیح" کو اسی حدیث سے شروع کیا ہے گویا اسی کو "فاتحۃ الکتاب" بنایا ہے اور حافظ الحدیث ابن مہدی سے منقول ہے کہ "جو شخص کوئی دینی کتاب تصنیف کرے اچھا ہو کہ وہ اسی حدیث سے اپنی کتاب کا آغاز کرے (آگے فرمایا) اور اگر میں کوئی کتاب لکھوں تو لکھے ہر باب کو اسی حدیث سے شروع

کرونگا

[راقم سطور عرض کرتا ہے کہ اس ناچیز نے بھی اسی لئے اس حدیث پاک سے اس سلسلہ کا آغاز کیا ہے اللہ تعالےٰ بخیر اتمام کی توفیق دے اور قبول فرمائے]

شرح الحدیث حدیث کا جو ترجمہ اوپر کیا گیا ہے وہ خود مطلب خیز ہے اور نفسِ مفہوم کے بیان کیلئے اس کے بعد کسی مزید تشریح کی حاجت نہیں لیکن حدیث کی اہمیت کا تقاضہ ہے کہ اس پر اکتفا نہ کیا جائے اس لئے چند کلمات اور بھی حوالہ قرطاس وقلم ہیں۔

حدیث کا اصل منشا امت پر اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ ظاہری اعمال کے صلاح و فساد کا مدار نیت کے صلاح و فساد پر ہے یعنی عمل صالح وہی ہوگا اور اسی کی اللہ کے یہاں قدر و قیمت ہوگی جو صالح نیت سے کیا گیا ہو، اور جو عمل صالح "کسی بُری غرض اور فاسد نیت سے کیا گیا ہو وہ صالح نہ ہوگا بلکہ نیت کے مطابق فاسد ہوگا اگرچہ ظاہری نظر میں "صالح" ہی معلوم ہو ———— حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ عمل کے ساتھ نیت کا اور ظاہر کے ساتھ باطن کا بھی دیکھنے والا ہے اُس کے یہاں ہر عمل کی قدر اور اس کی قیمت عامل کی نیت کے حساب سے لگائی جائے گی۔ اسی مضمون کو ایک دوسری حدیث میں اس طرح فرمایا گیا ہے کہ:-

"اللہ تعالےٰ تمھاری صورتوں اور تمھارے ظاہری اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمھاری نیتوں اور تمھارے دلوں کو دیکھتا ہے"

تنبیہ:- کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ مدار جب صرف نیت ہی پر ہے تو اگر کوئی شخص بُرے کام بھی اچھی نیت سے کرے تو اس کا اچھا پھل ملنا چاہیئے۔ مثلاً کوئی شخص اس نیت سے چوری اور ڈاکہ زنی کرے کہ جو مال اس طرح حاصل ہوگا اُس سے غریبوں اور مسکینوں کی مدد کردے گا تو یہ حُسنِ نیت اس کو معصیت اور اس کی بدانجامی سے نہیں بچا سکتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ جو کام بُرے ہیں اور جن سے اللہ اور اس کے رسول نے منع فرمادیا ان میں حُسنِ نیت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا وہ تو بہرحال قبیح اور موجب غضب الٰہی ہیں بلکہ ان کے ساتھ اچھی نیت کرنا اور اس پر ثواب کی اُمید رکھنا شاید ان کی قباحت اور عقوبت میں زیادتی ہی کا باعث ہو کیونکہ یہ اللہ کے دین کے ساتھ ایک قسم کا ملاعب (کھیل) ہوگا۔ بہرحال اس حدیث سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ کوئی حرام فعل اگر اچھی نیت سے کیا جائے تو وہ "عمل صالح" ہوجائے۔ عرض کیا جاچکا کہ ممنوعات و معصیات کے متعلق حسن نیت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہاں وہ اعمال جو بظاہر صالح ہی سمجھے جاتے ہیں اُن ہی کے متعلق اس حدیث میں یہ انتباہ کیا گیا ہے کہ فساد نیت سے وہ بھی فاسد ہی ہوجائینگے مثلاً جو شخص نماز نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھتا ہے جس کو ہم اعلیٰ درجہ کا عمل صالح سمجھتے ہیں اور اس شخص کو خدا کا صالح بندہ

قرار دیتے ہیں وہ اگر یہ خشوع وخضوع اس لئے کرتا ہے کہ لوگ اس کی دینداری و خدا پرستی کے متعلق اچھی رائے قائم کریں اور اس کا اعزاز واکرام کیا جائے تو اس حدیث کی رو سے اس کی یہ خشوع وخضوع والی نماز اللہ کے ہاں کوئی قدر وقیمت نہیں رکھتی۔ یا مثلاً ایک شخص دار الکفر سے دار الایمان کی طرف ہجرت کرتا ہے اور اس کیلئے ہجرت کی ساری مشقتیں اور مصیبتیں سہتا ہے لیکن اس کی غرض اس ہجرت سے اللہ و رسول کی رضا جوئی نہیں بلکہ کوئی اور دنیوی غرض پوشیدہ ہے مثلاً دار الہجرت میں رہنے والی کسی عورت سے نکاح کی خواہش اسکی ہجرت کیلئے محرک ہوئی ہے تو یہ ہجرت ہجرت اسلام نہ ہوگی اور اللہ کے ہاں اسکا کوئی اجر نہ ہوگا بلکہ اُلٹا گناہ ہوگا بس یہی ہے اس حدیث کا اصل منشاء

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے تین شخصوں کے متعلق عدالت الٰہیہ سے فیصلہ سنایا جائیگا۔ سب سے پہلے ایسے شخص کی پیشی ہوگی جو جہاد میں شہید ہوا ہوگا وہ جب حاضر عدالت ہوگا اللہ تعالےٰ پہلے اسکو اپنی نعمتیں جتائیگا اور یاد دلائیگا وہ اسکو یاد آجائینگی پھر اس سے فرمایا جائیگا بتلا! تو نے ان نعمتوں کا کیا حق ادا کیا؟ اور کیا عمل کئے؟ وہ عرض کریگا خداوندا! میں نے تیری راہ میں جہاد کیا اور جان عزیز تک قربان کردی حقتعالےٰ فرمائیگا تو جھوٹ بولتا ہے تو نے تو صرف اسلئے جہاد میں حصہ لیا تھا کہ تو بہادر مشہور ہو تو دنیا میں تیری بہادری کا چرچا ہوچکا پھر اللہ کے حکم سے اسکو اوندھے منہ جہنم میں ڈالدیا جائیگا اسیطرح پھر ایک "عالم دین" اور "عالم قرآن" حاضر عدالت کیا جائیگا اور اس سے بھی اللہ تعالیٰ پوچھیگا کہ تو نے کیا اعمال کئے؟ وہ کہیگا میں نے تیرے دین اور تیری کتاب کے علم کو پڑھا اور پڑھایا حقتعالیٰ فرمائیگا تو جھوٹا ہے تو نے تو عالم قاری اور مولانا کہلانیکے لئے یہ سب کچھ کیا تھا پھر بحکم الٰہی اس کو بھی دوزخ میں ڈالدیا جائیگا۔۔۔۔ پھر اسکے بعد ایک شخص پیش ہوگا جسکو اللہ نے بہت کچھ مال و دولت دیا ہوگا اس سے بھی سوال کیا جائیگا کہ تو نے کیا کیا؟ وہ عرض کریگا خداوندا میں نے خیر کا کوئی شعبہ ایسا نہیں چھوڑا جس میں تیرے لئے اپنا مال نہ خرچ کیا ہو حقتعالیٰ فرمائیگا تو جھوٹا ہے تو نے تو صرف اس لئے مال خرچ کیا تھا کہ دنیا تجھکو سخی کہے تو دنیا میں تیری سخاوت کا خوب چرچا ہولیا پھر اسکو بھی اوندھے منہ جہنم میں ڈالدیا جائیگا (مسلم)۔ ـــــــ اللہ پناہ میں رکھے نیتوں کے فساد بالخصوص ریا و نفاق سے۔ آمین!

الغرض اللہ کے ہاں وہی عمل کام آئیگا جو صالح نیت سے یعنی محض رضاء الٰہی کیلئے کیا گیا ہو قرآن پاک کی اصطلاح میں اسی کا نام اخلاص ہے (فاعبد اللہ مخلصا لہ الدین زمر) (قل اللہ اعبد مخلصا لہ دینی زمر) (وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین)

قرآن پاک کی ذیل کی دو آیتوں میں صدقات و خیرات کرنیوالے دو قسم کے آدمیوں کا ذکر کیا گیا ہے ایک وہ جو مثلاً دنیا کے دکھاوے کیلئے اپنا مال مصارف خیر میں صرف کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو محض اللہ کی رضا جوئی کی نیت سے غریبوں مسکینوں اور حاجتمندوں کی مدد کرتے ہیں ان دونوں گروہوں کے ظاہری عمل میں قطعی وحدت و یکرنگی ہے اور ظاہر ہے کہ آنکھ انکے درمیان کسی فرق کا حکم نہیں کرسکتی لیکن قرآن پاک بتلاتا ہے کہ چونکہ انکی نیتیں مختلف ہیں اسلئے ان دونوں کے عمل کے نتیجے بھی بالکل مختلف ہیں ایک کا عمل سراسر برکت ہے اور دوسرے کا بالکل اکارت۔

کالذی ینفق مالہ رئاء الناس ولا یومن باللہ والیوم الاٰخر فمثلہ کمثل صفوان علیہ تراب فاصابہ　　اس شخص کیطرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کیلئے خرچ کرتا ہو اور اللہ اور یوم آخر پر ایمان نہیں رکھتا تو اسکی مثال

وابل فترکہ صلداً لا یقدرون علیٰ شیئ
مما کسبو واللہ لا یہدی القوم الکفرین ○

بالکل ایسی ہی جیسے پتھر کی ایک چٹان ہو جسپر کچھ مٹی آگئی ہو اور اسپر کچھ سبزہ جم آئی پھر اس پر زوروں کی بارش گرے جو اسکو بالکل صاف کردے تو ایسے ریاکار لوگ اپنی کمائی کا کچھ بھی پھل نہ لے سکیں گے اور ان منکر لوگوں کو اللہ اپنی ہدایت اور اسکے میٹھے پھل سے محروم ہی رکھیگا

ومثل الذین ینفقون اموالھم ابتغاء مرضات اللہ
وتثبیتاً من انفسھم کمثل جنۃ بربوۃ اصابھا
وابل فاٰتت اکلھا ضعفین (نساء رکوع ۱۰)

اور ان لوگوں کی مثال جو محض اللہ کی رضا جوئی کیلئے اور اپنے نفسوں کو ایثار و انفاق اور ابتغاء رضاتِ الٰہی کا خوگر بنانے کیلئے اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُس پھولنے پھلنے والے باغ کی سی ہے جو ٹیکری پر واقع ہو اس پر جب زوروں کی بارش ہو تو دوگنا چوگنا پھل لائے"

تو اگرچہ ان دونوں نے بظاہر یکساں طور پر اپنا مال غریبوں مسکینوں اور حاجتمندوں پر خرچ کیا مگر چونکہ ایک کی نیت محض دکھاوے کی تھی اس لئے لوگوں کے دیکھ لینے یا زیادہ سے زیادہ اُن کی وقتی داد و تحسین کے سوا اس کو کچھ حاصل نہ ہوا کیونکہ اس کی غرض اس انفاق سے اس کے سوا کچھ اور تھی بھی نہیں ــــ لیکن دوسرے نے چونکہ اس ایثار و انفاق سے صرف اللہ کی رضامندی اور اس کا فضل و کرم چاہا تھا اس لئے اللہ نے اس کو اسکی اس نیت کے مطابق پھل دیا۔

بس یہی وہ سنت اللہ اور قانون الٰہی ہے جس کا اعلان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں فرمایا ہے (انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرءٍ ما نویٰ الحدیث)

یہ عالم جس میں ہم ہیں اور ہم کو جس میں کام کرنیکا موقع دیا گیا ہے "عالمِ ظاہر" اور عالمِ شہادت" ہے اور ہمارے حواس و ادراکات کا دائرہ بھی یہاں صرف ظاہر اور مظاہر ہی تک محدود ہے یعنی یہاں ہم ہر شخص کا صرف ظاہری چال چلن دیکھکر ہی اس کے متعلق اچھی یا بری رائے قائم کرسکتے ہیں اور اسی کی بنیاد پر اس کے ساتھ معاملہ کرسکتے ہیں، ظاہری اعمال سے وراء انکی نیتوں، دل کے بھیدوں اور سینوں کے رازوں کے دریافت کرنیسے ہم قاصر ہیں اسی لئے حضرت فاروقِ اعظمؓ نے فرمایا نحن نحکم بالظاہر واللہ یتولی السرائر (یعنی ہمارا کام ظاہر پر حکم لگانا ہے اور مخفی راز اللہ کے سپرد ہیں

لیکن عالمِ آخرت میں (معلوم ایسا ہوتا ہے کہ) ہر باطن کو ظاہر اور ہر نہاں کو عیاں کردیا جائیگا گویا آج ہم جسطرح لوگوں کے ظاہری اعمال اور ان کے کھلے چال چلن کو آنکھوں سے دیکھتے ہیں وہاں انکی نیتیں اور دل کے پوشیدہ بھید اسیطرح منظرِ عام پر ہونگے، قرآن پاک میں غالباً اسی کو فرمایا گیا "یوم تبلی السرائر" (جس دن سب کی قلعی کھولدی جائیگی اور تمام مخفی راز بے نقاب کردئے جائینگے) اور فیصلہ وہاں اپنی نیتوں اور دل کے ارادوں کے لحاظ سے ہوگا گویا احکام کے بارے میں جسطرح یہاں ظاہری اعمال و اجساد اصل ہیں اور نیات و قلوب کا براہ راست اعتبار نہیں وہاں معاملہ اسکے برعکس ہوگا۔ فیصلہ کا اصل مدار نیات و قلوب پر ہوگا اور ظاہری اعمال و اجساد کو ان کے تابع رکھا جائیگا۔

اللہ تعالےٰ ہمارے ظاہر و باطن کو درست فرمائے اور آخرت کی رسوائی سے بچائے۔ آمین!

ماہِ صیام!

(از جناب مولانا ابوالعلاء محمد اسمٰعیل صاحب گودھری)

(شہر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن)

قدسیان بے بہرہ انداز جرعہ کاس الکرام
ایں تطاول بین کہ یا عشاق مسکیں کردہ اند

مزے لوٹو کلیم اب بن پڑی ہے ‌‌ ‌ بڑی اونچی جگہ قسمت لڑی ہے

قال اللہ تعالےٰ

یاایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ (بقرہ)

مسلمانو! تم پر اسی طرح روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم تقوے والے اور پرہیزگار بن جاؤ۔

وقال تعالیٰ

شہر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن ھدی للناس وبینات من الھدی والفرقان فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ ومن کان مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ھداکم ولعلکم تشکرون۔ (سورہ بقرہ)

ماہ رمضان وہ ہے کہ جس میں قرآن نازل ہوا، جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور حق و باطل کی واضح دلیل ہے جو شخص اس ماہ میں زندہ موجود ہو وہ روزے رکھے اور جو بیمار یا مسافر ہو وہ ان کے بدلے میں دوسرے دنوں میں روزے رکھے۔ خدا تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور روزے اس لیے فرض کیے گئے ہیں کہ تم علاے ہدایت پر خدا کی کبریائی بیان کرو اور اس کا شکر بجا لاؤ

لفظ صیام کی تحقیق | قرآن حکیم کے اندر لفظ "صیام" وارد ہے۔ لغت میں اس کے معنی امساک یعنی رُکنے کے ہیں۔ اور

شریعت میں خدا کی خوشنودی و رضا جوئی اور تقویٰ و پرہیزگاری کی غرض سے صبح سے شام تک یعنی فجر سے مغرب تک کھانے پینے، بیوی سے ہمبستری کرنے وغیرہ سے کنارہ کش رہنے کو صیام کہتے ہیں۔

اگلی قوموں کے روزے | دُنیا کی ہر قوم و ملت نے روزے کو دین و مذہب کا اہم رکن سمجھا ہے، کیونکہ روزہ ایک زبردست عبادت اور تہذیب نفس و تزکیۂ باطن اور اصلاح اخلاق کا اہم ذریعہ ہے۔

خدائے قدوس نے اگلی قوموں کے روزوں کی کیفیت ہمارے سامنے بیان نہیں فرمائی۔ اور نہ ہی یہ بتلایا ہے کہ ان پر کتنے روزے فرض تھے۔ گو بعض مفسرین نے اسرائیلی روایات کی بنا پر لکھا ہے کہ نصاریٰ پر تیس ۳۰ روزے فرض تھے اور یہ بھی لکھا ہے کہ نصاریٰ عموماً چالیس روزے رکھا کرتے تھے پھر پچاس رکھنے لگے۔ اور اس زیادتی کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ گرمی کی شدت کی تاب نہ لاکر علمار نصاریٰ نے روزے کے اوقات تبدیل کر دیئے تھے اور روزوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا تھا

ہمارے نزدیک اس قسم کی تمام روایات اسرائیلیات سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں، البتہ بعض صحیح روایات سے یہ پتہ ضرور چلتا ہے کہ اسلام سے قبل روزے کی فرضیت اس طرح تھی کہ شب و روز میں صرف ایک مرتبہ یعنی افطار کے وقت کھا پی سکتے تھے۔ اس کے بعد نہیں۔ اسلام سے قبل عرب میں بھی روزے کے یہی اوقات تھے۔ اسلام نے اوقات کی تحدید کر دی کہ فجر سے غروب آفتاب تک کھانا پینا وغیرہ ممنوع ہے اور غروب آفتاب سے لے کر فجر سے پہلے تک کھانا پینا مباح ہے۔

بہرکیف! اگلے لوگوں کے روزوں کی کیفیت و کمیت خدا نے ہم کو نہیں بتلائی، البتہ یہ ضرور فرمایا کہ اگلے لوگوں پر بھی روزہ فرض کیا گیا تھا۔

اہل مصر جبکہ دور اصنام پرستی میں ایک خاص شہرت کے مالک تھے ان میں روزوں کا رواج موجود تھا۔ مصر سے یہ رواج یونان پہونچا اور یونانیوں نے مذہبی فرض سمجھ کر روزے کا احترام کیا۔ خصوصاً یونان کی عورتوں نے روزوں کی انتہائی عظمت کی، اور خاص اہتمام کے ساتھ روزے رکھے۔ رومیوں کے یہاں بھی روزے فرض تھے، اور وہ نہایت اہتمام سے رکھا کرتے تھے۔ ہندوستان میں بھی قدیم قوموں میں روزوں کا رواج تھا، اور مذہبی طور پر روزوں کی بڑی عظمت کی جاتی تھی۔ غرض دُنیا کی ہر قوم میں کسی نہ کسی صورت میں روزے کے رواج کا تاریخی طور پر بھی پتہ چلتا ہے۔

اسفار تورات، جو آج موجود ہیں ان میں روزوں کی فرضیت کا حکم نہیں ملتا، لیکن روزہ اور روزہ داروں کی تعریف موجود ہے، اور یہ بھی موجود ہے کہ حضرت موسیٰ جب توراۃ کے لیے کوہ سینا پر گئے تو چالیس دن کے روزے رکھے تھے (خروج ۳۴-۱۸)

یہود آج تک بھی چند ہفتے روزہ رکھتے ہیں لیکن محض یروشلم کی تخریب و بربادی کی یادگار ہیں۔

بعض روایات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یوم عاشوراء کا روزہ یہود پر فرض تھا اور یہ روزہ یہود رکھا بھی کرتے تھے اس کے علاوہ اور کچھ روزے بھی ان میں رائج تھے۔

حضرت عیسےٰ جب خدا کی منادی کے لیے نکلے تو چالیس شبانہ روز جنگل میں بھوکے پیاسے رہے۔

(متی ۴۴-۳)

نصاریٰ کی موجودہ انجیلوں میں اس کا پتہ نہیں کہ روزہ ان پر فرض تھا یا نہیں۔ نہ روزے کی کوئی خاص کیفیت بیان کی گئی ہے۔ البتہ روزہ اور روزہ دار کی تعریف و توصیف اس میں بھی ضرور موجود ہے یہاں تک کہ روزے میں ریاکاری وغیرہ کی سخت ممانعت کی گئی ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ روزہ دار جب گھر سے باہر نکلے تو سر میں تیل ڈال کر اور منہ دھو کر نکلے تاکہ لوگوں کو اس کے روزے کا پتہ نہ چلے۔

نصاریٰ کا مشہور ترین روزہ وہ ہے جسے نصاریٰ بڑا روزہ کہتے ہیں۔ اور یہ نصاریٰ کی عید فصح سے پہلے ہوا کرتا ہے۔ یہ روزہ حضرت موسیٰ نے بھی رکھا ہے اور حضرت مسیح نے بھی اور مسیح کے حواریوں نے بھی لیکن حواریوں کے بعد پادریوں نے اور بھی بہت سے روزے اپنے ذمہ لازم کر لیے جن کا تورات و انجیل میں کہیں ذکر نہیں۔ یہ روزے مختلف قسم کے تھے گوشت کا روزہ مچھلی کا روزہ، انڈے کا روزہ، دودھ کا روزہ وغیرہ وغیرہ۔

تفسیری روایات مفسرین نے بعض روایات نقل کی ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نصاریٰ کے یہاں تیس روزے فرض تھے لیکن ان کے مشائخ و علماء کی تحریف نے گرمی سردی کے اوقات کی رعایت سے تیس کے چالیس اور چالیس کے پچاس کر دیے۔ مگر ہم ان روایات کے ماننے کے لیے مجبور نہیں، اس قسم کی روایات اکثر و بیشتر اسرائیلی ذخیرہ سے ماخوذ اور ناقابل اعتماد ہی ہوتی ہیں قرآن حکیم نے اس بارہ میں ہمکو صرف اتنا بتلایا ہے کہ

کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ (بقرہ)	تم پر روزے اسی طرح فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم متقی اور پرہیزگار بن جاؤ

اس آیت میں ہمارے روزوں کی فرضیت کو اگلی امتوں کے روزوں کی فرضیت سے تشبیہ دی گئی ہے تو یہ تشبیہ صرف فرضیت ہی میں ہے نہ کہ روزوں کی کمیت و کیفیت وغیرہ میں۔

اسلام اور اصنام پرستوں کے روزہ کا فرق دنیا کی دوسری اقوام کے روزوں میں اور اسلام کے روزوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ اصنام پرست قومیں روزہ اس لیے رکھتی تھیں کہ اپنے معبودوں کے غیظ و غضب اور غصے کو ٹھنڈا

کریں، یا اپنے معبودوں کو خوش کر کے اپنی دنیوی حاجات پوری کریں اور یہ اس عقیدہ کی بنا پر تھا کہ معبودوں کی رضامندی اس وقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ نفس کو انتہائی تکلیف میں ڈالا جائے اور جسم کے تمام فوائد و لذائذ کو نابود کر دیا جائے اور یہ اعتقاد عموماً دنیا کی تمام اصنام پرست قوموں کا رہا ہے اور ان ہی اصنام پرستوں سے یہ عقیدہ عرب کے اہل کتاب میں داخل ہوا، اور یہی وہ عقیدہ تھا جس کے تخیل نے ہندوستان کے باشندوں میں تعذیب جسمانی کو ایک قسم کی عبادت بنا کر رکھدیا۔ ہندو جوگیوں نے ریاضات شاقہ، اور عجیب و غریب جسمانی ورزشوں کی بنیادیں ڈالیں۔ مثلاً برسوں کھڑا رہنا سخت ترین دھوپ میں کھلے جسم آفتاب کے سامنے ٹھہرنا۔ گرمی کے دنوں میں آگ کے حلقوں کے درمیان بیٹھنا جاڑوں میں برہنہ تن رہنا۔ دس دس برس تک ایک ایک ہاتھ کو ہوا میں بلند رکھ کر خشک کر دینا۔ برسوں تک کسی ایک آسن پر بیٹھے رہنا۔ ایک ایک چلے تک کھانے پینے سے قطعی اجتناب کرنا۔ یہ اس قسم کی بہت سی ریاضتیں محض اس عقیدۂ باطل سے پیدا ہوئیں کہ تعذیب جسمانی سے ان کے معبودوں کی رضاجوئی حاصل ہوتی ہے اسی تخیل سے جینیوں کا فرقہ پیدا ہوا جو ناک کان، منہ بند رکھتا ہے تاکہ کیڑے مکوڑوں کو تکلیف نہ ہو یہیں سے وہ بودھ کا فرقہ پیدا ہوا جس کے بھکشو پہاڑوں، جنگلوں میں گھاس پتیاں۔ یا بھیک کے چند لقموں پر اپنی زندگی گزار دیتے تھے۔ اور یہیں سے وہ جوگی پیدا ہوئے جو چلے کھینچتے اور ایک ایک چلہ تک کھانا پینا بالکل ترک کر دیتے تھے۔ اور اگر کبھی کھا لیتے تو ایک دو لقموں پر بس کر لیتے۔ اسی باطل عقیدہ نے نصرانی راہبوں میں رہبانیت کی بنیاد ڈالی، اور تعذیب جسمانی کو ایک زبردست عبادت بنا لیا اور کئی کئی روز کھانے پینے سے قطعی اجتناب کو زہد و تقویٰ سمجھ لیا گیا اور اسی عقیدہ نے یہود کے اندر قربانی کی عجیب و غریب رسوم رائج کر دیں اور روزہ میں بھی طرح طرح کی جسمانی تکالیف کو روزہ کا جز بنا لیا گیا۔

مگر اسلام اس عقیدہ کی تغلیط کرتا ہے، اور روزے میں اس قسم کی تکالیف کو دین الٰہی کے منشاء کے خلاف بتلاتا ہے صاف صاف فرما دیا گیا کہ، روزہ وغیرہ عبادتیں صرف اس لیے فرض ہوئی ہیں کہ تم پرہیزگار بن جاؤ، اور تقوے و دینداری کی روح۔ اور دنیوی و اخروی فلاح و بہبود کی استعداد تم میں پیدا ہو جائے کیونکہ خدائے قدوس ہم سے اور ہماری عبادتوں سے یکسر مستغنی اور بے پرواہ ہے۔ اس لئے روزے ہم پر صرف اس لیے فرض کیے ہیں کہ اس میں ہمارا فائدہ ہے، اور قرآن حکیم اس فائدہ ہی کو یوں بیان کرتا ہے:۔

لعلکم تتقون۔ | تاکہ تم متقی و پرہیزگار بن جاؤ۔

روزوں کیلیے رمضان کی خصوصیت روزوں کے لیے رمضان کے مہینے کی خصوصیت کیوں ہوئی؟ اس سوال کے جواب کی طرف اشارہ قرآن پاک کی اس آیت میں کیا گیا ہے:۔

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن هدی للناس وبینات من الهدی والفرقان، فمن شهد منکم الشهر فلیصمه، ومن کان مریضاً او علی سفر فعدة من ایام اخر، یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر، ولتکملوا العدة ولتکبروا الله علی ما هداکم ولعلکم تشکرون!

ماہ رمضان وہ ماہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا جو لوگوں کے لیے سرتا پا ہدایت ہے۔ جو ہدایت اور حق و باطل کی تمیز کی واضح دلیل ہے۔ پس جو اس ماہ میں زندہ موجود ہو وہ روزے رکھے اور جو مریض یا مسافر ہو وہ اس کے بدلے میں دوسرے دنوں میں روزے رکھے، خدا آسانی چاہتا ہے۔ سختی نہیں چاہتا تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور روزے اس لیے فرض کیے گئے کہ تم اس عطائے ہدایت پر خدا کی بڑائی کرو، اور اس کا شکریہ بجا لاؤ۔

تو رمضان میں اس مخصوص عبادت کی فرضیت کی حکمت یہ ہے کہ یہ وہ مقدس و بابرکت مہینہ ہے جس میں خدائے قدوس نے قرآن حکیم نازل فرمایا ہے، جو نوع بشری کی ہدایت اور فلاح و بہبود کے لئے آخری اور مکمل صحیفہ اور ایک ایسی کتاب ہے جس نے بشریت کو دنیا و عقبیٰ کی سعادت کے بلند مناروں پر لے جا بٹھا دیا ہے۔ پس انسان کا فرض ہے کہ وہ اس ماہ مقدس میں خدائے قدوس کی ایسی عبادت بجا لائے جو کسی اور ماہ میں نہ کی جاتی ہو اور اس طرح خدائے قدوس کے اس زبردست انعام اور اس کی ہدایت کرنے والی کتاب کا جو اس نے ہمیں دی شکریہ ادا کیا جائے۔

بہر کیف! صیام رمضان اس لیے فرض ہوئے ہیں کہ ہم خدا کی اس نعمت کا یعنی عطائے ہدایت کا شکریہ ادا کریں، اور یہ بھی ادائے شکر کا ایک اہم طریقہ بلکہ کہنا چاہیے کہ اس کا موقوف علیہ ہے کہ ہم اسے سمجھیں اور اس پر غور و تدبر کریں۔ اگر اسے ہم سمجھ نہیں سکتے تو تقوے کے راستے ہمیں کیونکر معلوم ہو سکتے ہیں؟ اور کیونکر ہم اپنی دینی و دنیوی فلاح کو سمجھ سکتے ہیں؟ اور کیونکر خدا کی اس عظیم الشان نعمت کا شکریہ ادا کر سکتے ہیں اور رمضان و قرآن کا ہی وہ تعلق ہے جس کی بنا پر حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان المبارک میں خاص اہتمام کے ساتھ آنحضرت صلعم کے ساتھ بیٹھ کر قرآن حکیم کا دور کیا کرتے تھے نیز صحابۂ کرام اور ائمۂ دین بھی اسی بنا پر اس ماہ مقدس میں قرآن حکیم کے ساتھ دوسرے تمام موسموں اور دنوں سے زیادہ شغل رکھا کرتے تھے۔

رمضان المبارک میں قرآن اترنے کے معنی مندرجہ بالا آیت میں نہایت صراحت اور صفائی کے ساتھ اعلان کیا گیا ہے کہ قرآن ماہ رمضان میں نازل کیا گیا (شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن) لیکن یہ بھی ایک واضح حقیقت ہے کہ وہ ۲۳ سالہ زمانہ بعثت میں تھوڑا تھوڑا کر کے زمین پر اترتا ہے۔ اور یہ دونوں باتیں اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہیں،

پورا قرآن بیشک ۲۳ سال کی مدت میں تدریجاً ہی نازل ہوا ہے لیکن اس کے نزول کا آغاز رمضان میں ہوا۔ بہر حال رمضان میں نزول قرآن کا مطلب یہ ہے کہ اس کی تنزیل کا آغاز ماہ رمضان میں ہوا تھا اور اس کی بھی ایک نہایت مبارک اور اشرف ترین رات میں جیسا کہ آیات ذیل سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

انا انزلناہ فی لیلۃ القدر، وما ادراک ما لیلۃ القدر، لیلۃ القدر خیر من الف شھر، تنزل الملائکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر سلام ھی حتے مطلع الفجر۔

(سورہ قدر)

ہم نے قرآن کو عزت والی رات میں نازل کیا۔ اور تمہیں کس نے بتایا کہ عزت والی رات کیا ہے؟ وہ رات جو ہزار ماہ سے بہتر ہے جس میں ارواح مقدسہ اور فرشتے حکم خدا سے احکام لے کر نازل ہوتے ہیں۔ اس رات میں طلوع فجر تک سلامتی ہے۔

سورہ دخان کے اندر ارشاد ہوتا ہے۔

انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین، فیھا یفرق کل امر حکیم امرا من عندنا انا کنا مرسلین رحمۃ من ربک انہ ھو السمیع العلیم۔

(الدخان)

ہم نے اس کتاب کو ایک مبارک رات میں اتارا کہ ہمیں انسانوں کو ڈرانا تھا وہ مبارک رات جس میں پر از حکمت امور کا ہمارے حکم سے فیصلہ کیا جاتا ہے۔ انسانوں کے لیے اپنی رحمت سے ایک رہنما بھیجنا تھا کیونکہ ہم پکارنیوالوں کی دعائیں سنتے ہیں اور ذرہ ذرہ کا حال جانتے ہیں۔

رمضان المبارک میں نزول قرآن کے جو معنی ہم نے پیش کیے بالکل صاف اور واضح ہیں۔ اس میں کسی قسم کا کوئی اشکال نہیں نہ اس کے معنی کے لیے کسی بعید از قیاس تاویل کی ضرورت۔ صاف بات ہے کہ رمضان المبارک میں شب قدر کے اندر نزول قرآن کا آغاز ہوا۔ قرآن کا اطلاق پورے قرآن پر بھی ہوتا ہے اور جزء قرآن پر بھی۔

بعض مفسرین نے ان آیات میں "نزول قرآن" سے لوح محفوظ سے سماء دنیا پر اس کا نازل ہونا جو مراد لیا ہے ظاہر ہے کہ وہ بہت ہی غیر ظاہر احتمال آفریں ہے اگرچہ اس کو بعض اکابر امت کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے بہر حال ہمارے خیال میں ظاہر اور صحیح وہی ہے جو یہاں ہم نے عرض کیا ہے۔ اور اس کو حافظ ابن حجر نے "فتح الباری" میں اور امام رازی نے تفسیر کبیر میں "ابن اسحاق" سے نقل کیا ہے۔

اس سلسلہ کی ساری روایات کو سامنے رکھنے کے بعد ہماری رائے ابن حجر کی تشریح کے مطابق "امام ابن اسحاق" کی اسی تحقیق کو قبول کرتی اور راجح سمجھتی ہے کہ ماہ ربیع الاول ۴۱ء میلادی سے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی عمر کے چالیس سال پورے ہوئے رویاء صالحہ کی شکل میں وحی الٰہی کی آمد آپ پر شروع ہوگئی اور چھ مہینے تک مسلسل یہی سلسلہ جاری رہا یہی وہ زمانہ تھا کہ آپ کا میلان خلوت پسندی اور دنیا سے یکسو ہو کر اللہ کے تقرب اور تعبد کی طرف بہت تیز ہوگیا اور آپ مکہ کی بستی چھوڑ کر حراء کے ایک تیرہ و تار غار میں گوشہ نشین (معتکف) ہوگئے اور جیسا کہ عرض کیا گیا رویاء صالحہ کی شکل میں اللہ کی وحی و ہدایت برابر آپ کے لیے روشنی مہیا کرتی رہی اس حال میں جب چھ مہینے گزر گئے اور ۶۱۰ء میلادی کا رمضان آگیا تو اسی مہینے کی ایک نہایت مقدس اور شریف رات میں کوہ فاران (کوہ حراء) کے اسی تیرہ و تار غار میں جہاں آپ عالم مادی سے کنارہ کش ہو کر بھوکے پیاسے فیضان قدس کے منتظر تھے۔ خدا کا امانت دار فرشتہ قرآن (سورہ اقراء) کی پہلی چند آیتیں لیکر نازل ہوا تاکہ اس نور ہدایت کے ذریعہ سارے کرۂ زمین کو روشن کیا جائے۔

پس اس انعام الٰہی کی یادگار اور اس کی شکر گزاری کے سلسلہ میں ہم پر فرض کیا گیا ہے کہ اس ماہ مقدس میں روزے رکھیں شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس وبینات من الھدی والفرقان۔

روزے کے ثمرات و نتائج قرآن حکیم نے روزے کے ثمرات و نتائج سے بھی ہمیں مطلع کر دیا ہے۔ اور وہ تین ہیں جیسا کہ سرعنوان کی آیات سے معلوم ہوتا ہے

(۱) لعلکم تتقون	تاکہ تم صاحب تقویٰ بن جاؤ
(۲) لتکبروا اللہ علی ما ھداکم	تاکہ تم اس انعام خداوندی، اور عطائے ہدایت پر خدا کی کبریائی بیان کرو۔
(۳) لعلکم تشکرون	تاکہ تم نزول قرآن، عطیۂ فرقان و ہدایت پر خدا کا شکر بجالاؤ۔

اس سے معلوم ہوا کہ دراصل حقیقی روزے وہی ہیں جن سے یہ نتائج برآمد ہوں۔ ورنہ محض رسم ہے اور بھوکا پیاسا مرنا۔ اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں:۔

رب صائم لیس لہ من صیامہ الا الجوع ورب قائم لیس لہ من قیامہ الا السھر (ابن ماجہ)	کتنے روزہ دار ہیں جنھیں روزے سے بجز فاقہ کے اور کچھ حاصل نہیں، اور کتنے ہی تہجد گزار ہیں جن کی نماز کا نتیجہ بجز شب بیداری کے کچھ نہیں۔

اور یہی نکتہ ہے جس کی بنا پر غار حراء کے اس معتکف صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتلایا کہ جو شخص بھی روزہ رکھے اسے لازم ہے کہ تمام قسم کی خلاف شرع باتوں سے اجتناب کرے۔ ایک کام بھی ایسا نہ کرے جو تقوے و

پرہیزگاری اور خدا کی تقدیس و تکبیر اور اس کے شکر یہ کے خلاف ہو حیوانی، شہوانی، نفسانی اعمال سے قطعی اجتناب ہونا چاہیے۔ کیونکہ روزہ ایک زبردست روحانی عمل ہے اور اس میں جو کوئی کام بھی خلاف روحانیت ہو وہ روزے میں خلل انداز ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

الصائم فی عبادۃ من حین یصبح الی ان یمسی مالم یغتب فاذا اغتاب خرق صومہ (رواہ الدیلمی)

روزہ دار صبح سے شام تک خدا کی عبادۃ میں ہے جبتک کہ کسی کی غیبت و برائی نہ کرے، اور جب برائی کرتا ہے تو اس کے روزہ میں شگاف پڑ جاتا ہے۔

پس اگر روزے میں کھانے پینے کی ممانعت ہے تو نفس و ہوس کی خواہشات کی بھی ممانعت ہے۔ کیونکہ وہ جسم کی خوراک ہے اور یہ نفس امارہ کی، پس اگر کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو وہ معتکف خاص حرار بتلاتا ہے کہ نفس و ہوس اور خواہشات کی پیروی کے بعد بھی روزہ صحیح سلامت نہیں رہتا۔

لیس الصیام من الاکل والشرب انما الصیام من اللغو والرفث (رواہ الحاکم فی المستدرک والبیہقی فی السنن)

روزہ صرف کھانے پینے سے پرہیز کا نام نہیں بلکہ لغو اور بُرے عمل سے پرہیز کیا جائے تو اسی کا نام روزہ ہے

اور ارشاد ہوتا ہے۔

من لم یدع قول الزور والجھل والعمل بہ فلا حاجۃ للّٰہ ان یدع طعامہ وشرابہ (بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

جو شخص روزے میں کذب (جھوٹ) اور جہالت کے کام ترک نہیں کرتا تو خدا کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ خواہ مخواہ بیکار اپنا کھانا پینا چھوڑ رکھے۔

روزہ ایک ایسا مقدس اور پاکیزہ عمل ہے کہ اس میں کسی حال میں بھی اطاعت نفس و ہوا کی اجازت نہیں۔ جہالت کی باتیں، غیبت، سب و شتم، وغیرہ سے نہایت سختی سے ممانعت کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ انتہائی اشتعال انگیز حالت میں بھی صبر و ضبط کی باگ چھوڑنا روزے کے خلاف ہے، ارشاد نبوی ہے۔

اذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابہ احد او قاتل فلیقل انی امرء صائم (رواہ البخاری)

تم میں سے جب کسی کے روزے کا دن ہو تو نہ وہ بہ گوئی کرے نہ شور و شغب کرے۔ اگر کوئی اس کو برا بھلا بھی کہے یا اس سے آمادہ شمشیر زنی ہو جائے تو صرف یہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔

یقیناً روزہ ایک ایسا مقدس عمل ہے کہ نہ صرف سب و شتم کا وار اپنے اوپر جھیل لیتا ہے۔ بلکہ نفس و ہوا اور ہر قسم کی سختی کا وار جھیل لیتا ہے۔ کیونکہ روزہ ہر قسم کے حیوانی، شہوانی، نفسانی، جذبات سے انسان کو پاک و

صاف کردیتا ہے اور اسے نیکی کا فرشتہ بنا دیتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ سلوک و ذہاب الی اللہ کی راہیں جو برسوں میں طے نہیں ہوتیں روزہ انہیں لمحوں میں طے کر لیتا ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں وارد ہے۔

قال اللہ تعالیٰ کل عمل ابن آدم لہ الا الصیام فانہ لی وانا اجزی بہ (بخاری)

خدائے قدوس فرماتا ہے انسان کا ہر عمل اس کے لیے ہے لیکن روزہ میرے لیے ہے اور میں خود اس کی جزا ہوں۔

یقیناً روزہ صرف خدا کے لیے ہے، اور اس کا بدلہ صرف خدا کی ذات اور اس کی رضا ہی ہے۔ رمضان کے روزے کا یہ بھی ایک زبردست روحانی اثر بتلایا گیا ہے کہ رمضان المبارک میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، اور شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

اذا جاء رمضان فتحت ابواب الجنۃ و غلقت ابواب النار و صفدت الشیاطین (بخاری و مسلم)

جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھولدیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطان جکڑ دیے جاتے ہیں۔

روزے کی تاثیر اور اس کی روحانی طاقتیں اس قدر پُر زور ہیں کہ وہ معاصی اور گناہ کی تمام آلائشیں دھو کر صاف کر دیتا ہے۔

من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ (رواہ احمد والشیخان و اصحاب السنن)

جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے تو اس کے اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں

اگر روزہ دار خواہشات نفس و ہوی کو محض خدا کے لیے ترک کرتا ہے، اور محض ایمان و احتساب کے ساتھ روزہ رکھتا ہے تو نہ صرف صغائر کی مغفرت کی امید ہے بلکہ کبائر کی بخشش کی بھی امید ہے۔ کیونکہ جب وہ خدا کے لیے روزہ رکھتا ہے تو خدا اس کی جزا بن جاتا ہے۔ اور جب بندہ خدا کے لیے اپنی خواہشات ترک کرتا ہے تو بسا اوقات قلب میں اپنی گزشتہ بدعملیوں پر ایک زبردست ندامت ہوتی ہے یا کہنا چاہیے کہ اسکو اس کی توفیق مل جاتی ہے اور پھر وہ نہایت صدق و اخلاص سے خدا کے روبرو توبہ و انابت کے آنسو بہاتا ہے۔ اور خدائے غفار اس کے قلب کی گہرائیوں کو ملاحظہ فرماتا ہے اور التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ کے مطابق اس کے صغائر کے ساتھ ہی ساتھ کبائر پر بھی قلم عفو پھیر دیتا ہے۔

خدائے شیوۂ رحمت کہ در لباس بہار
بعذر خواہی رنداں بادہ نوش آمد

روزے کی حالت میں شرم وندامت کے آنسو بڑے ہی قیمتی ہیں اور اس قدر پر تاثیر کہ خدا کے قہر وغضب کو ٹھنڈا کر دیتے ہیں۔

تواند قطرہ اشکے بہم پیچید دوزخ را
چہ می اندیشی از آتش چو با خود چشم تر داری

خدائے قدوس انسان کی صورت وشکل کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ اس کے قلب کی گہرائیوں، اور درد دل، اور سوز دروں کو دیکھتا ہے۔

ان اللہ لا ینظر الی اجسامکم ولا الی صورکم ولیکن ینظر الی قلوبکم۔ (رواہ مسلم) | اللہ تعالےٰ تمہارے جسموں کو نہیں دیکھتا۔ اور نہ تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے بلکہ تمہارے قلوب کو دیکھتا ہے۔

جب روزیدار نفس وخواہشات کی زنجیریں توڑ کر صرف خدا کی طرف رجوع کر لیتا ہے تو رحمت خداوندی اس کو ہر چہار طرف سے گھیر لیتی ہے۔ پھر ایسے بندے کی مسرتوں اور کامرانیوں اور اس پر خدا کے انعامات واکرامات کی بارشوں کو تم کیا سمجھ سکتے ہو۔

روئے باز ار مراد امروز عرفی با منست
دیدہ تر می فروشم دامن تر می خرم

ان پُر کیف ساعتوں میں خدا اور بندے کے رشتہ کو تم کیا جان سکتے ہو عشق وسرمستی کے کیف وسرور کو تم کس طرح سمجھ سکتے ہو

حدیث عشق وسرمستی ز من بشنو نہ از واعظ
کہ با جام سبو ہر شب قرین ماہ و پروینم

عشق وسرمستی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ بندہ مراقبۂ حق سے ایک لمحہ کے لیے بھی جدا ہونا پسند نہیں کرتا اور چاہتا ہے کہ ساری زندگی اسی محویت وسرمستی میں ختم ہو جائے۔

شب وصال بہت کم ہے آسماں سے کہو!
کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑا شب جدائی کا

جو لوگ صرف رسم وعادت کے روزے رکھتے ہیں انھیں یہ کیف وسرور کیونکر میسر آسکتا ہے۔ یہ تو انہی کا حصہ ہے جو روزے کو حقیقی روزے کی صورت میں غار حرا کے قدسی معتکف (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تقلید واتباع میں رکھتے ہیں۔

حالت عشق وجنوں از عاشق دیوانہ پرس
جان من از من شنو ایں دلفریب افسانہ را

آج بہت سے رسمی روزے رکھنے والے بھی روزوں کی حقیقت صرف یہ سمجھ رہے ہیں کہ صبح سے شام تک بھوکے پیاسے رہو لیکن جب شام کو روزہ افطار کیا جائے تو دنیا بھر کی لذیذ اور مرغن چیزیں کھاؤ۔ دن بھر فاقہ کرو اور رات بھر شکم پری کرتے رہو۔ لیکن وہ بندہ جو رضائے الٰہی کا طالب، رحمت خداوندی کا خواستگار ہے کھانے کے لیے اگر صرف دو لقمے مل جائیں یا حلق تر کرنے کے لیے پانی کے چند گھونٹ ہی میسر آجائیں تو وہ خدا کے شکر اور اپنے دل کی رضا اور صبر کے ساتھ انہی پر قناعت کر لیتا ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی صرف پانی کے گھونٹ سے روزہ افطار فرماتے اور اس پر کہتے۔

ذھب الظماء وابتلت العروق وثبت الاجر انشاء اللہ۔	پیاس بجھ ہی گئی اور رگوں میں تری و تازگی آ ہی گئی اور اللہ نے چاہا تو اجر و ثواب قایم ہی ہوگیا۔

بسیار خوری اور ناپ تناپ شکم پری مومن کا طریقہ نہیں بلکہ کافر کا شیوہ ہے حدیث نبوی میں ہے:

یاکل المسلم فی معاواحد والکافر یاکل فی سبعۃ امعاء (رواہ مالک فی الموطا)	مسلمان صرف ایک آنت بھر کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔

وہ تیرہ بخت جنہیں روزے کی حقیقت کا ہی پتہ نہیں وہ رحمت خداوندی کا کھوج کیونکر لگا سکتے ہیں رحمت الٰہی کا کھوج تو اسی وقت مل سکتا ہے جبکہ خدا کے اس مقدس بندے کی اتباع و پیروی کی جائے جو آج سے تیرہ سو تہتر سال پہلے کوہ حرا کے ایک تاریک غار میں سر بزانو رحمت خداوندی کی طلب میں محو و بجو تھا اس مقدس بندے کی اتباع و پیروی اور اس کے اسوۂ عمل کی پیروکاری، اس کی ادائیں اور اس کے انداز کرشمے اپنے اندر پیدا کرنے ہی سے اس کے فضل و کرم اور لطف و رحم کا دروازہ وا ہو سکتا ہے اور بس کیونکہ خدا کی رضا جوئی کی راہیں جو اس بندے پر کھولی گئیں بس وہی صحیح راہیں ہیں "وغیر ایں ہمہ ہیچ"

شو ہمدم پروانہ تا سوختن آموزی
باسوختگان بنشیں شاید کہ تو ہم سوزی

اللہ اللہ! ایک وہ بابرکت زمانہ بھی تھا کہ ملت اسلام اس معتکف غار حرا کی اتباع و پیروی کو ہر چیز پر مقدم سمجھتی تھی، اور اس کے اسوۂ عمل کی پیروکاری میں اس قدر محو و فنا تھی کہ اپنی عزیز جانیں بھی اس کی اتباع میں قربان تھیں، افسوس آج دنیا میں ایسے انسانوں کا کھوج ملنا بھی دشوار ہے، آج ہمارے سامنے صرف سلف صالح کی ان وارفتگیوں اور سرمستیوں کی بس داستانیں رہ گئی ہیں جو اوراق تاریخ میں بکھری ہوئی اور قدیم کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔

کچھ قمریوں کو یاد ہیں کچھ بلبلوں کو حفظ
عالم میں ٹکڑے ٹکڑے میری داستاں کے ہیں

ایک عام غلطی معلوم ہو چکا کہ روزہ وہ مقدس اور پاکیزہ عمل ہے کہ اس کا اثر و نتیجہ وہی ہونا چاہیے جو کتاب و سنت نے پیش کیا ہے لیکن افسوس کہ آج ہمہ قسم کی بداخلاقیوں کو روزے کا اثر سمجھا جاتا ہے، غصہ، لڑائی، فحش کلامی بدزبانی، تند خوئی، بدمزاجی، روزے کا مخصوص اثر و نتیجہ سمجھا جاتا ہے۔ اگر کسی روزہ دار کو ان بداخلاقیوں میں مبتلا پاتے ہیں تو کہتے ہیں "میاں کا روزہ ہے نا"۔ گویا روزہ ہی ان کے نزدیک ان بداخلاقیوں کا سرچشمہ ہے۔ اور یہ بات نہ صرف عوام میں ہے بلکہ بہت سے خواص تک میں بطور اصول موضوعہ متعارف مان لی گئی ہے۔ حالانکہ قطعاً غلط حقیقت ہے۔ مگر افسوس کہ قوم میں یہ غلطی اس قدر عام ہو گئی ہے کہ قوت واہمہ نے اسے ایک واقعی حقیقت بنا کر رکھ دیا ہے۔ اس واہمہ کی ہمہ گیری نے بڑے بڑے لوگوں کو متاثر کر دیا۔ بعض خواص کو ہم نے دیکھا ہے کہ رمضان میں وہ اپنے ہی آدمیوں پر معمولی فروگذاشت پر ایسے بگڑتے ہیں کہ تہذیب و انسانیت کی ساری حدبندیاں توڑ دیتے ہیں۔ پھر غصہ فرو ہونے کے بعد جب وہ خود نادم و شرمندہ ہوتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں "آج تو ہم سے روزے نے پورا پورا وار کیا"۔ گویا اُن کی یہ ساری بدتمیزی روزے کا اثر و نتیجہ تھا حالانکہ شرعی روزے کا (جو اللہ کی ایک مقدس عبادت ہے) ہرگز یہ اثر نہیں کہا جا سکتا،

یہ تو شیطانی حرکات ہیں اور روزہ کا پہلا نتیجہ ان ہی کی روک تھام ہونا چاہیے، تو اگر کسی روزہ دار سے یہ حرکتیں صادر ہوتی ہیں تو اس کو محسوس کرنا چاہیے کہ اس کا "روزہ" حقیقی "صوم" نہیں بلکہ صرف بھوک پیاس ہے اور یہ بدتمیزانہ حرکات اسی کی جھنجلاہٹ کا نتیجہ ہیں، حقیقی روزہ کا اثر تو وہی ہوتا ہے اور ہونا چاہیے جس کی طرف قرآن حکیم نے بایں الفاظ اشارہ کیا ہے کہ "لعلکم تتقون"۔

شب قدر شب قدر جس کے متعلق قرآنی اشارے اور بعض احادیث کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسی مقدس مہینے (رمضان مبارک) کی ایک رات ہے، تمام راتوں سے زیادہ قدر و احترام والی رات ہے۔ فرشتوں کی آمد کی رات ہے۔ امن و سلامتی کی رات ہے۔ خدائے قدوس کے خاص فضل و کرم کی رات ہے۔ اور اسی رات میں خدائے قدوس نے وہ خزینہ ہدایت و رحمت نازل فرمایا ہے جس کا نام "قرآن" ہے۔

انا انزلناہ فی لیلۃ القدر وما ادرٰک ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شھر تنزل الملائکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر سلام ھی حتی مطلع الفجر۔

(القدر)

ہم نے اس قرآن کو عزت و حرمت والی رات میں نازل کیا اور تمہیں کس نے بتایا کہ عزت و حرمت والی رات کیا ہے۔ وہ رات جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جس میں فرشتے اور ارواح مقدسہ خدا کے اذن و حکم سے نازل ہوتے ہیں رات میں طلوع صبح تک سلامتی ہے۔

اور ارشاد ہوتا ہے۔

انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین فیھا یفرق کل امر حکیم امرا من عندنا انا کنا مرسلین رحمۃ من ربک انہ ھو السمیع العلیم۔ (الدخان)	ہم نے اس کتاب کو ایک مبارک رات میں اتارا کہ ہمیں انسانوں کو ان کے انجام سے متنبہ کرنا اور ڈرانا تھا وہ مبارک رات جس میں پر از حکمت امور کا ہمارے حکم سے فیصلہ ہوتا ہے۔ انسانوں کے پاس اپنی رحمت سے ایک رہنما بھیجنا تھا، کیونکہ ہم پکارنے والوں کی دعائیں سنتے اور سب کچھ جانتے ہیں۔

اللہ اکبر! کس قدر قیمتی اور قدر و عظمت والی رات ہے کہ اس کا ہر ہر لمحہ رحمت خداوندی کا پتہ دیتا ہے۔ اگر انسان اس کی قدر و عظمت بجالائے تو انعامات الہیہ کی اس پر ایسی بارش ہو کہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی۔ آنحضرت صلعم ارشاد فرماتے ہیں:۔

من قام لیلۃ القدر ایمانا و احتسابا غفر لہ ما تقدم۔ (مشکوۃ شریف)	جس نے ایمان اور احتساب دنیکی کے ساتھ شب قدر میں نمازیں پڑھیں تو اس کے اگلے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔

بعض علماء اسلام نے نصف شعبان کی رات کو شب قدر کہا ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ جو روایتیں اس بارے میں پیش کی جاتی ہیں۔ قابل اعتبار نہیں۔ قرآن حکیم صاف کہہ رہا ہے۔

شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن — رمضان کے مہینے میں قرآن نازل کیا گیا ہے۔

اور سورہ نور اور سورہ دخان کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن لیلۃ القدر میں نازل ہوا ہے۔ ان آیات کو باہم ترتیب دینے سے بالکل صاف واضح ہوگیا کہ قرآن حکیم رمضان المبارک میں شب قدر میں نازل ہوا۔

اعتکاف رمضان المبارک کے آخر عشرہ میں ہر آبادی کے کچھ مسلمان مساجد کے گوشوں میں عزلت نشین ہوتے ہیں کہ آج سے تیرہ سو تہتر برس قبل غار حرا کا معتکف عزلت نشین تھا۔ پس ہر آبادی کے مسلمانوں میں سے چند مسلم نفوس کے لیے لازم ہے کہ رمضان المبارک کے آخر عشرہ میں مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر طلب رحمت و ہدایت تلاوت قرآن حکیم۔ تذکر نعمات الہیہ۔ تکبیر و تقدیس خداوندی اور تسبیح و تہلیل میں اس طرح وقت گزاریں کہ وقت کا ایک لمحہ بھی بیکار ضایع نہ ہو۔

سبحان ذی الملک والملکوت، سبحان ذی العزۃ والعظمۃ والھیبۃ والقدرۃ	تقدیس ہو حکومت و شہنشاہی والے کی۔ تقدیس ہو عزت و عظمت ہیبت و قدرت کبریائی اور جبروت والے کی

والکبریاء والجبروت، سبحان الملک الحی الذی لا ینام ولا یموت، ابداً ابداً سبوح قدوس، ربنا ورب الملائکۃ والروح۔

تقدیس ہو اس زندہ بادشاہ کی جو نہ کبھی سوتا ہے نہ کبھی مرتا ہے۔ پاک قدوس، ہمارا آقا و پروردگار اور تمام فرشتوں اور مقدس روحوں کا آقا اور پروردگار۔

اسرار و حکم | رمضان المبارک کے روزے فرض کرنے میں خدائے قدوس کی بے شمار حکمتیں ہیں۔ جن میں سے چند ہم پیش کر دیتے ہیں۔

(۱) کائنات عالم کا ہر ہر ذرہ قوانین الٰہیہ سے جکڑا ہوا ہے۔ انہی قوانین میں ایک قانون انتخاب بھی ہے۔ اسی قانون انتخاب کی رو سے خدائے قدوس نے حج کے لیے کعبہ کو منتخب فرمایا، اور تمام انبیاء کرام میں سے ختم رسالت کے منصب عظیم کے لیے آنحضرت محمد رسول اللہ صلعم کا انتخاب کیا۔ آخری کتاب کے لیے قرآن حکیم کو منتخب فرمایا۔ تحمل قرآن کیلیے خیر امت کا انتخاب ہوا اور مرکز دعوت ہونے کا شرف جزیرہ عرب کو بخشا گیا اور اولین خطاب دعوت کے لیے اصحاب رسول اللہ صلعم منتخب ہوئے تو اسی قانون انتخاب کی رو سے خدائے قدوس نے نزول وحی قرآن، عطائے ہدایت، اور اس عظیم الشان عطیہ کی شکرگزاری کے لیے رمضان المبارک کو منتخب فرمایا۔

(۲) دنیا میں سلاطین اور بادشاہوں کا یہ دستور رہا ہے کہ سال بھر میں ایک مرتبہ وہ اپنی رعایا پر عام انعام کیا کرتے ہیں اور امیر و غریب تمام اس موقع سے مستفید ہوتے ہیں۔ پس رمضان المبارک عطائے مغفرت و بخشش کے لیے خدائے قدوس کا ایک سالانہ دربار ہے کہ اس کے بندے اس مقدس موقعہ سے مستفید و مستفیض ہوں۔

(۳) دنیا کی ہر قوم اپنے اپنے مذہب کی یادگار مناتی ہے۔ سلاطین اور بادشاہ اپنی سالگرہ مناتے ہیں۔ پس اسلام نے بھی اپنی سالگرہ منانے کے لیے سال بھر میں ایک مہینہ مقرر کیا کہ کرۂ زمین پر بسنے والے مسلمان اسلام کی سالگرہ منائیں اور مادیات و نفسانی خواہشات سے مبرا ہو کر روحانیت و ملکوتیت میں ترقی اور اس کے ذریعہ قرب خداوندی حاصل کریں۔

(۴) خدائے قدوس نے اجسام نامیہ کی خوراک مہیا کرنے کے لیے سال بھر میں ایک مرتبہ جس طرح موسم برسات مقرر فرمایا ہے کہ دنیا جہان اس موسم میں اپنے لیے سال بھر کی غذا مہیا کرے۔ اسی طرح اس نے سال بھر کی روحانی غذا مہیا کرنے کے لیے رمضان المبارک کا مہینہ مقرر فرمایا۔ تاکہ ہر مسلمان اس کے دنوں اور اس کی راتوں میں اپنے لیے سال بھر کی روحانی غذا مہیا کر لے۔

(۵) انسان ملکی اور شیطانی طاقتوں کے درمیان کا ایک برزخ ہے۔ جب کھانے پینے اور عیش و عشرت میں منہمک

ہوجاتا ہے تو اس کی حیوانی طاقتیں ابھر کر اسے اعمال شیطانی کے ارتکاب پر آمادہ کر دیتی ہیں۔ اور ملکی طاقتیں مغلوب ہو جاتی ہیں۔ پس خدائے قدوس نے سال بھر میں ایک مہینے کے روزے فرض کیے تاکہ روزہ کے ذریعہ حیوانی طاقتیں مغلوب ہوں اور ملکی طاقتیں فروغ پائیں

(۶) خدا کے مقدس بندوں کا دستور رہا ہے کہ روزوں کے ذریعہ اپنی روحانی طاقتیں بڑھاتے ہیں اور خدا کے نزدیک خاص درجہ حاصل کرتے ہیں۔ پس خدائے قدوس نے سال بھر میں ایک ماہ کے روزے ہم پر فرض کیے کہ ہم بھی روزے رکھ کر اس مقدس گروہ کے پیروؤں میں اپنا نام درج کرالیں۔ اور ان کی برکات میں ہم بھی حصہ پائیں

(۷) غربا و فقرا اور مساکین کی خبر گیری اسلام کا اہم فرض ہے لیکن عموماً دنیا اس سے غافل و بے خبر رہتی ہے۔ تو خدائے قدوس نے ماہ رمضان کے روزے فرض کیے تاکہ دولتمند لوگ بھی اس ایک مہینے بھوکے پیاسے رہ کر غربا و فقرا اور مساکین کی حالت کا اندازہ کر سکیں کہ جب ہر قسم کے سامانوں کے ہوتے ہوئے صرف روزے کی وجہ سے ایک دن میں بھوکا پیاسا رہ کر اتنی تکلیف ہوتی ہے تو ان بیچارے غربا اور مساکین کا کیا حال ہوتا ہوگا جو ہمیشہ نان شبینہ کو محتاج رہتے ہیں۔ پس روزے سے غربا و فقرا و مساکین کی خبر گیری کا داعیہ بھی پیدا ہوتا ہے۔

(۸) دنیا کی ہر قوم نے اپنی مذہبی کتابوں کے نزول کے ایام کو متبرک سمجھا اور اس کی خوشی اور اظہار شکریہ میں کوئی مخصوص طریقہ اختیار کیا۔ پس اسلام میں نزول قرآن کے شکریہ اور خوشی منانے کے لیے رمضان کے روزے فرض کیے گئے تاکہ خدا کی اس نعمت کا شکریہ ادا کیا جائے۔

(۹) گنہگار انسان جو ہمیشہ کھانے پینے میں منہمک اور عموماً شہوانی خواہشات میں مبتلا رہتا ہے بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ اس کے قلب میں شرم و ندامت اور توبہ و انابت کے جذبات متحرک ہوں۔ پس خدائے قدوس نے رمضان المبارک کے روزے فرض کیے تاکہ ہر مسلمان صبح سے شام تک بھوکا پیاسا رہ کر اپنی خواہشات کو کمزور کرے تاکہ جب یہ خواہشات کمزور اور مغلوب ہوں تو توبہ و انابت اور شرم و ندامت کے جذبات قلب میں ابھر سکیں اور پھر تائب ہو کر معاصی سے پاک ہو جائے۔

(۱۰) ایمان و اسلام کی بنیادوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مومن و مسلم کو اللہ کی محبت و چاہت اپنی تمام محبوب اور مرغوب چیزوں سے زیادہ ہو۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا "والذین آمنوا اشد حباً للہ" اور کھانا پینا اور اپنے جوڑے سے نفسانی استمتاع کرنا، یہ عام انسانوں کے ان مرغوب و محبوب چیزوں میں سے ہیں تو روزے کے ذریعہ ہر مسلمان اپنے اقرار اور دعوے کا عملی ثبوت پیش کرتا ہے کہ "والذین آمنوا اشد حباً للہ" اور اسلام اس سے رمضان کے روزوں کا مطالبہ کر کے اس کا امتحان لینا چاہتا ہے کہ وہ اس اقرار اور اس دعوائے عشق و

کھوئی ہوئی جنت

ایک یتیم اپنی ماں کی یاد میں جو عین عید کے دن انتقال کر گئی

(جناب ابوالاسرار صاحب حزیں اناوی زجود چپور)

(۱)

میں اپنے واردات قلب کی تصویر کھینچوں گا — جو پیوستہ ہے میرے دل میں تازہ تیر کھینچوں گا
بھیانک غم ت سے سہما ہوا منظر دکھاؤں گا — محرم عید ملتے ہیں گلے کیونکر دکھاؤں گا

یہ مجمع جس کی خاطر ہو رہا ہے وہ تہ گل ہے
عزاداری جسے کہتے ہیں تجدید غم دل ہے

(۲)

کسی کی یاد میں مبہوت سا دیوانہ رہتا ہوں — میں دنیا میں تو رہتا ہوں مگر بیگانہ رہتا ہوں
مثال روح، بحر دہر میں آوارہ رہتا ہوں — دفور بے قراری سے مجسم پارہ رہتا ہوں
کبھی زینہ، کبھی حجرہ، کبھی دالان تکتا ہوں — تجسس کی نگاہوں سے اسے ہر آن تکتا ہوں
مسامات در و دیوار سے آواز آتی ہے — نکل کر سامنے گویا ابھی "دمساز" آتی ہے

ہر اک گوشے میں وہ ہنستی ہوئی معلوم ہوتی ہے
اسی کی ہر جگہ پرچھائیں سی معلوم ہوتی ہے

خلوص روح سے آتی تھی جس کے معرفت کی بو — کہ جیسے چاندنی میں گل مہکتا ہو کنار جو

مقدس روشنی میں جس نے پروانے کو پالا تھا
اسی فانوس کی ضو سے مرے گھر میں اجالا تھا

اجل کے ہاتھ کا چلتا ہوا خنجر نہیں آئے — کسی دشمن کو ماں کی موت کا منظر نہ پیش آئے

عجب جادو ہے قدرت ہی عجب بندے کی مجبوری — کہ اک ہچکی سے ہو جاتی ہے لاکھوں کوس کی دوری
یہ زنجیر عناصر توڑ کر آزاد ہوتا ہے — نئی دنیا میں جا کر آدمی آباد ہوتا ہے

بقدر مقبرہ چاہے تو سونا تول لے کوئی
مری کھوئی ہوئی جنت الٰہی ڈھونڈ دے کوئی

علماء ربانی، ان کا منصب اور ان کے کام کی نوعیت

از جناب مولانا سید ابو الحسن علی صاحب ندوی استاذ تفسیر دار العلوم
ندوۃ العلماء لکھنؤ

علماء حق حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے وارث و جانشین ہیں۔ "العلماء ورثۃ الانبیاء" (صحیح بخاری) ان کی وراثت اور نیابت اسی وقت صحیح اور مکمل ہوگی جب ان کی زندگی کا مقصد اور ان کی کوششوں کا مرکز وہی ہو جو انبیاء کرام کا تھا، وہ مقصد زندگی اور وہ مرکزی عمل کیا ہے؟ دو لفظوں میں اقامت دین، یا ایک لفظ میں توحید یعنی انسانوں کو اختیاراً اور عملاً اسی طرح سے اللہ کا "عبد" بنانا جیسا کہ وہ فطرتاً اور اضطراراً اس کے عبد ہیں، اللہ تعالیٰ کی حکومت اور قانون کو انسانوں کے جسموں اور ان کی متعلقہ زمین پر قائم کرنے کی کوشش کرنا جیسا کہ وہ زمین و آسمان پر قائم ہیں۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ۝ (انبیاء ع ۲)

اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا، مگر اس کو یہی حکم بھیجا کہ میرے سوا کسی کی بندگی نہیں پس میری ہی بندگی کرو۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝ (صف ع ۱)

وہ ہی جس نے اپنا رسول رہنمائی اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو سب دینوں (تمام قسم کے نظام اطاعت) پر غالب کرے، اگرچہ شرک کرنے والوں کو یہ ناگوار ہو۔

اس دین حق کیلیے ہر زمانہ میں چند موانع اور مزاحم ہوتے ہیں، جن میں سے اکثر ان چار اقسام میں داخل ہیں

شرک یعنی غیر اللہ کو الٰہ بنا لینا، اللہ کے سوا کسی ہستی کو مافوق الطبیعی طور پر ضار اور نافع مان لینا اس کو کائنات میں متصرف اور موثر تسلیم کرلینا،

احتیاج والتجا (پناہ جوئی) اور خوف و رجا اس عقیدہ کے بالکل قدرتی اور طبعی نتائج و لوازم ہیں اور دعا و استعانت اور خضوع (جو عبادت کی حقیقت ہے) اس کے لازمی مظاہر ہیں،

شرک ایک مستقل دین اور ایک مکمل حکومت ہے اس کا اور دین اللہ کا کسی ایک جسم یا دل و دماغ یا خطہ

پر ایک ساتھ قایم ہونا ناممکن ہو۔ یہ غیر الٰہی دین جسم و نفس، اور جسم و نفس سے خارج اتنی ہی جگہ گھیرتا ہو جتنی دین اللہ کو کم سے کم درکار ہے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ (البقرہ ع ۲۰)

بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کے برابر اوروں کو بناتے ہیں، انکی محبت ایسی رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ کی۔

قَالُوا تَاللَّهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ إِذْ نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

مشرکین نے کہا خدا کی قسم ہم کھلی ہوئی گمراہی میں تھے، جو تم کو (معبودوں کو) سارے جہانوں کے پروردگار کے برابر کرتے تھے

اس لیے جب تک زمین سے شرک کی تمام جڑیں اور اس کی باریک سے باریک رگیں بھی اکھاڑ نہ دی جائیں اس وقت تک دین اللہ کا پودا لگ نہیں سکتا۔ اس لیے کہ یہ پودا کسی ایسی زمین میں جڑ نہیں پکڑتا جس کی مٹی میں کسی اور درخت کی کوئی جڑ ہو، یا کوئی اور تخم ہو، اس کی شاخیں اسی وقت آسمان سے باتیں کرتی ہیں اور یہ درخت اسی وقت پھلتا پھولتا ہے جب اس کی جڑ گہری اور مضبوط ہو۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ۝ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا۔ (ابراہیم ع ۴)

تم نے نہ دیکھا اللہ نے کیسی ایک مثال بیان کی پاکیزہ بات (کلمہ طیبہ وغیرہ) ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہو اس کی جڑ مضبوط ہو اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں پھل لاتا ہو ہر وقت اپنے رب کے حکم سے

یہ درخت کسی دوسرے درخت کے سایہ میں بڑھ نہیں سکتا، یہ جہاں رہے گا، تنہا رہے گا، اس کے طبعی نشو و نما کیلیے وسیع تنہا ہی فضا چاہیے۔

أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ (زمر ع ۱)

یاد رکھو اللہ ہی کی تنہا تابعداری ہو۔

پس جو لوگ دین اللہ کی فطرت اور اس کے مزاج سے واقف ہوتے ہیں وہ اس کو کسی جگہ قایم کرنے کیلیے زمین کو پورے طور پر صاف اور ہموار کرتے ہیں، وہ شرک اور جاہلیت کی جڑیں اور رگیں چن چن کر نکالتے ہیں، اور ان کا ایک ایک بیج بن بن کر پھینکتے ہیں اور مٹی کو بالکل الٹ پلٹ دیتے ہیں۔ چاہے ان کو اس کام میں کتنی ہی دیر لگے، اور کیسی ہی زحمت اٹھانی پڑے، اور چاہے ان کی دن رات کی اس کوشش اور عمر بھر کی اس جد و جہد کا حاصل، حضرت نوحؑ کی طرح چند نفوس سے زیادہ نہ ہو، اور چاہے بعض پیغمبروں کی طرح ان کی ساری زندگی کا سرمایہ صرف ایک شخص ہو، لیکن وہ اس نتیجہ پر قانع اور اس کامیابی پر مسرور ہوتے ہیں، اور نتیجہ کے حصول میں کبھی عجلت اور بے صبری سے کام نہیں لیتے۔

کفر یعنی اللہ کے دین اور اس کی شریعت کا انکار، یہ انکار، اس کی حکومت سے بغاوت، اور اس کے احکام

إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ○

(النساء ع ۹)

چاہتے ہیں کہ قضیے لے جائیں سرکش کی طرف۔ حالانکہ ان کو حکم ہو چکا ہے کہ اس کا انکار کریں اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کو بہکا کر دور جا ڈالے۔

اس کفر کی برائی اشخاص سے بھی نہیں نکلی جو مسلمانوں کے دائرے میں آجانے کے بعد بھی "جاہلیت" سے منحرف اور عقائد و رسوم جاہلیت سے بے تعلق نہ ہو سکے، ان کے دلوں سے ابھی تک ان چیزوں کی نفرت اور کراہت نہیں گئی اور ان کاموں کی تحقیر نہیں نکلی، جن کو جاہلیت برا سمجھتی ہے، ان سے نفرت اور ان کی تحقیر کرتی ہے۔ خواہ وہ اللہ کے دین میں پسندیدہ اور مستحب ہوں، اور اللہ کے رسول کی محبوب سنت ہوں،

اسی طرح ان کے دلوں سے ابھی تک ان اعمال و اخلاق اور رسوم و عادات کی محبت اور عزت دور نہیں ہوئی جو اہل جاہلیت کے نزدیک محبوب و معزز ہیں، خواہ اللہ کی شریعت میں مکروہ اور حقیر ہوں۔

اسی طرح جن کے دلوں سے ابھی تک جاہلی حمیت اور عصبیت دور نہیں ہوئی، اور ان کا عمل جاہلیت عرب (اور درحقیقت ہر جاہلیت) کے اس مقبول و مسلم اصول پر ہے کہ "انصر اخاک ظالماً او مظلوماً" اپنے بھائی کی ہر حال میں مدد کرو خواہ ظالم ہو خواہ مظلوم، اس سے زیادہ نازک بات یہ ہے کہ اسلام کو اختیار کر لینے کے بعد بھی، یا مسلمان کہلانے کے باوجود بھی حسن و قبح کا معیار وہی ہو جو جاہلیت میں ہوتا ہے۔ اشیاء کی قیمت وہی ہو جو جاہلیت نے قائم کر دی ہے، زندگی کی انھیں قدروں اور انھیں معیاروں کی وقعت ہو جو جاہلیت تسلیم کرتی ہو۔

اسلام کی صحت کی دلیل یہ ہو کہ کفر اور اس کے پورے ماحول، اس کے تمام متعلقات، اس کی تمام خصوصیات اور شعائر سے نفرت پیدا ہو جائے، اور اس کی طرف واپسی اور اس میں مبتلا ہو جانے کے تصور سے آدمی کو تکلیف ہو، اور ایمان کی پختگی یہ ہے کہ وہ کفر کے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ کام کے مقابلہ میں موت کو زیادہ پسند کرتا ہو بخاری کی حدیث ہے:

ثلث من کن فیہ وجد بھن حلاوۃ الایمان ان یکون اللہ و رسولہ احب الیہ مما سواھما وان یحب المرء لا یحبہ الا للہ وان یکرہ ان یعود فی الکفر کما یکرہ ان یقذف فی النار

تین باتیں جس شخص میں ہونگی اس کو ایمان کی حلاوت محسوس ہوگی، ایک یہ کہ اللہ اور اس کا رسولؐ ان کو ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں۔ دوسرے یہ کہ کسی دوسرے انسان سے صرف اللہ ہی کیلیے محبت ہو تیسرے یہ کہ کفر میں جانا اس کے لیے اتنا ہی ناگوار ہو جتنا آگ میں ڈالا جانا۔

صحابہ کرامؓ کی کیفیت یہی تھی، ان کو اپنے زمانہ سابق (جاہلیت) سے شدید نفرت پیدا ہو گئی تھی، ان کے نزدیک "جاہلیت" سے بڑھکر کوئی توہین نہ تھی اور وہ جب اپنے اسلام لانے سے پہلے کے زمانہ کا تذکرہ کرتے تو نہایت

شرمندگی اور نفرت کے ساتھ، اس زمانہ کی تمام باتوں، اعمال و اخلاق اور کفر و فسق اور اللہ کی نافرمانی سے ان کو نہ صرف شرعی اور عقلی، بلکہ طبعی کراہت تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ صفت اس طرح بیان کرتا ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ (حجرات ع ۱)

لیکن اللہ نے تمہارے دل میں ایمان کی محبت ڈالدی اور اس کو کھبا دیا تمہارے دلوں میں اور نفرت ڈالدی تمہارے دل میں کفر اور گناہ و نافرمانی کی۔

جاہلیت کی ایک علامت یہ ہے کہ جب اللہ و رسولؐ کا کوئی حکم سنایا جائے تو قدیم رسم و رواج اور باپ دادا کے طور طریق کا نام لیا جائے اور اللہ و رسول کے مقابلہ میں گذشتہ زمانہ اور پرانے دستور کی سند پیش کی جائے

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔـا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝ (البقرہ ع ۲۱)

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس حکم کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اسی راستہ کی پیروی کرینگے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے، اگرچہ ان کے باپ دادے نہ سمجھتے ہوں کچھ بھی اور نہ جانتے ہوں سیدھی راہ۔

بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ (زخرف ع ۱)

بلکہ کہتے ہیں کہ ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو ایک راہ پر اور ہم انہیں کے نقش قدم پر ٹھیک چل رہے ہیں۔

اللہ کے حکم اور وحی کے مقابلہ میں اپنے باپ دادا کے عمل اور اپنی خواہش و مرضی کی پیروی کرنا خاص جاہلی دین ہے۔

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا (ہود ع ۸)

انھوں نے کہا اے شعیب کیا تمہاری نماز نے تم کو یہ سکھایا ہے کہ ہم چھوڑ دیں جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے رہے یا ہم چھوڑ دیں جو ہم اپنے مالوں میں اپنی من مانی باتیں کرتے رہتے ہیں۔

پس ایسے تمام لوگ جاہلیت سے نکل کر اسلام میں پورے طور پر داخل نہیں ہوئے، جو اللہ کے مقابلہ میں ہر چیز سے دست بردار نہیں ہوئے، اور جنھوں نے اپنے تئیں مکمل طور پر اللہ کے حوالے نہیں کیا، یہ مکمل دستبرداری اور تسلیم کامل وہ اسلام ہے جس کا حضرت ابراہیم کو حکم ہوا، اور انھوں نے اس کو قبول کیا۔

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (بقرہ ع ۱۶)

جب (ابراہیم سے) ان کے رب نے کہا کہ اپنے رب کے حوالے ہو جاؤ اور اس کی مکمل تابعداری کرو انھوں نے کہا کہ میں نے اپنے تئیں سارے جہان کے پروردگار کے حوالے کر دیا۔

اور جس کا تمام مسلمانوں کو حکم ہے۔

فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ

(حج ع ۵)

تمہارا معبود و حاکم ایک ہی معبود و حاکم ہے پس اسی کے حوالے ہو جاؤ اور مکمل تابعدار بنجاؤ۔

اگر نہیں ہو تو گویا اللہ سے جنگ ہے۔ اس لیے اس مکمل اسلام کو ایک جگہ اللہ نے سلم کہا ہے یعنی یہ اللہ سے صلح ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً ۖ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَـكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۞

(بقرہ ع ۲۵)

اے ایمان والو! داخل ہو جاؤ صلح و اسلام میں پورے پورے اور شیطان کے قدموں پر مت چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

یاد رہے کہ جاہلیت سے مراد صرف بعثت نبوی کے قبل کی عرب کی زندگی ہی نہیں ہے بلکہ ہر وہ طرز زندگی اور نظام ہے جس کا ماخذ وحی و نبوت اور کتاب الٰہی و سنت انبیاء نہ ہو اور جو اسلام کے مسائل و احکام زندگی سے مطابقت نہ رکھتا ہو، خواہ وہ عرب کی جاہلیت ہو، یا ایران کی مجوسیت یا ہندوستان کی برہمنیت، یا مصر کی فرعونیت یا ترکوں کی طورانیت، یا موجودہ مغربی تمدن، یا مسلمان قوم کی غیر شرعی زندگی اور ان کے مخالف شریعت رسوم و عادات، اخلاق و آداب اور میلانات و جذبات، خواہ وہ قدیم ہوں یا جدید، ماضی ہوں یا حال۔

کفر صرف ایک سلبی چیز نہیں ہے، بلکہ ایک ایجابی اور مثبت چیز بھی ہے وہ صرف دین اسلام کے انکار کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک مذہبی و اخلاقی نظام اور مستقل دین ہے۔ جس میں اپنے فرائض و واجبات بھی ہیں۔ اور مکروہات و محرمات بھی اس لیے یہ دونوں دین ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے اور ایک انسان ایک وقت میں ان دونوں کا طالب نہیں ہو سکتا۔

انبیاء کرام کفر کی پوری بیخ کنی کرتے ہیں، وہ کفر کے ساتھ کسی رواداری اور مصالحت کے روادار نہیں ہوتے، کفر کے پہچان لینے کا بھی ان کو بڑا ملکہ ہوتا ہے اور اس بارے میں ان کی نگاہ بڑی دور رس اور باریک بیں ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ان کو اس بارے میں پوری حکمت اور عزیمت عطا فرماتا ہے ان کی خداداد فراست اور بصیرت پر اعتماد کیے بغیر چارہ نہیں ہے دین کی حفاظت اس کے بغیر ممکن نہیں ہے کہ کفر و اسلام کی جو سرحدیں انھوں نے قائم کر دی ہیں اور ان کے جو نشانات مقرر کر دیے ہیں ان کی حفاظت کی جائے، اس میں ادنیٰ تساہل اور رواداری دین کا تناسخ کر کے رکھ دیتی ہے جتنا یہودی

۱؎ مفسرین نے اس آیت کی شان نزول یہ بیان کی ہے کہ بعض مسلمانوں کو ایسی چیزوں کے کھانے پینے میں تامل ہوا جو ان کے قدیم مذہب میں ان کیلئے جائز نہ تھیں اور جن کے استعمال کے وہ عادی نہ تھے۔ یہ آیت اگرچہ عام اصول تفسیر کے مطابق کچھ اسی واقعہ سے مخصوص نہیں، اور نہایت معنی اور جامع آیت ہے جو تمام احکام اسلام پر مشتمل ہے لیکن اس سے اس پہلو کی بھی وضاحت ہوتی ہے جس کو ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔

عیسائی اور ہندوستان کے مذاہب مسخ ہوگئے۔

انبیاء کے صحیح جانشین بھی اس بارے میں انہیں کی فہم اور عزیمت رکھتے ہیں، وہ کفر کا ایک ایک نشان مٹاتے ہیں اور جاہلیت کا ایک ایک داغ دھوتے ہیں، کفر کا ادراک کرنے میں ان کی حس عوام سے بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ کفر جس لباس میں اور جس صورت میں ظاہر ہو وہ اس کو پہچان لیتے ہیں اور اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے ہیں کہیں ہندوستان جیسے ملک میں بیواؤں کے نکاح ثانی کو حرام سمجھنے اور اس سے شدید نفرت رکھنے میں ان کو کفر کی بو محسوس ہوتی ہے اور وہ اس کو رواج دینے اور اس سنت کو زندہ کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات اس پر اپنی جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ کہیں قانون شریعت پر رواج کو ترجیح دینا اور بہنوں کو میراث نہ دینے پر اصرار کرنا۔ ان کو کفر معلوم ہوتا ہے اور وہ ایسے لوگوں کی مخالفت اور ان کا مقاطعہ فرض سمجھتے ہیں، کبھی اللہ و رسول کا صاف و صریح حکم سن لینے کے بعد اس کو نہ ماننا اور غیر الٰہی عدالت اور غیر الٰہی قانون کے دامن میں پناہ لینا اور غیر اسلامی احکام و قوانین نافذ کرنا ان کو اسلام سے خروج کے مرادف معلوم ہوتا ہے اور وہ مجبوری کی حالت میں وہاں سے ہجرت کر جاتے ہیں۔ کبھی کسی نو مسلم کے یا ایسے مسلمانوں کے جو ہندوؤں کی صحبت میں رہتے ہوں اور ان سے متاثر ہوں، گائے کا گوشت کھانے سے احتراز کرنے میں اور اس سے نفرت کرنے میں ان کو ایمان کی کمزوری، اور ان کے قدیم مذہب یا غیر مسلموں کی صحبت کا اثر نظر آتا ہے کبھی بعض حالات و مقامات میں ایک سنت یا فعل جائز و مستحب کو وہ واجب اور شعار اسلامی سمجھنے لگتے ہیں اور ان کی زبان سے بے اختیار نکل جاتا ہے کہ "ذبح بقر در ہندوستان از اعظم شعائر اسلام است"[1] کبھی وہ غیر مسلموں کے رسوم و عادات اور ان کی تہذیب اور وضع و لباس اختیار کرنے اور ان سے تشبہ پیدا کرنے کی شدومد سے مخالفت کرتے ہیں اور کبھی ان کی مذہبی تقریبات اور تہواروں میں شرکت کی ممانعت کرتے ہیں۔

غرض کفر یا کفر کی محبت یا اس کی اعانت جس لباس اور جس صورت میں جلوہ گر ہو اور اس کی روح جس قالب میں بھی ظاہر ہو وہ اس کو فوراً بھانپ لیتے ہیں، ان کو اس میں کوئی اشتباہ نہیں ہوتا اور اس کی مخالفت کرنے میں کوئی مصلحت ان کے لیے رکاوٹ نہیں بنتی، وہ کفر کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

ان کے زمانہ کے کوتاہ نظر یا رند مشرب و صلح کل جو دیر و حرم، کعبہ و بت خانہ میں فرق کرنا ہی کفر سمجھتے ہیں، ان کی تضحیک کرتے ہیں اور تعجب کے ساتھ ان کو "فقیہ شہر"، "محتسب"، "واعظ"، اور "خدائی فوجدار"، کا لقب دیتے ہیں، لیکن

---

[1] مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رح

وہ اپنا کام پورے اطمینان و استقلال کے ساتھ کرتے رہتے ہیں، اور کوئی شبہ نہیں کہ پیغمبروں کے دین کی حفاظت ہر زمانے میں انہیں لوگوں نے کی ہو اور آج، اسلام یہودیت و عیسائیت اور ہندویت سے ممتاز شکل میں جو نظر آتا ہو وہ انہیں کی ہمت و استقامت اور تفقہ کا نتیجہ ہو، جزاھم اللہ عن الاسلام واھلہ وبنیہ خیرالجزاء

بدعت . کسی ایسی چیز کو جس کو اللہ و رسول نے دین میں شامل نہیں کیا ہو اور اس کا حکم نہیں دیا، دین میں شامل کر لینا اور اس کا ایک جز بنا دینا، اس کو ثواب اور تقرب الی اللہ کیلئے کرنا، اور اس کی کسی خود ساختہ یا اختراعی شکل اور وضع کیے ہوئے شرائط و آداب کی اسی طرح پابندی کرنا جس طرح ایک شرعی حکم کی پابندی کی جاتی ہو بدعت ہو

شرک و کفر (جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے) اگر مستقل دین ہیں تو بدعت مستقل شریعت ہے، اور شرک و کفر اگر اسلام کے مقابلہ میں خارج کی چیزیں ہیں تو بدعت دین الٰہی کے اندر شریعت انسانی کی تشکیل ہو جو اندر اندر نشوونما پاتی رہتی ہو، یہاں تک کہ بعض اوقات (اگر اس کو آزادی کے ساتھ نشوونما پانے کا موقع دیا جائے) اصل شریعت سے دوچند و سہ چند ہو جاتی ہو اور رفتہ رفتہ شریعت الٰہی کی ساری جگہ اور انسان کے سارے وقت کو گھیر لیتی ہے اس شریعت کی فقہ الگ ہے اس کے فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات مستقل ہیں اور بعض اوقات تو ادیٔ شریعت الٰہی کے احکام سے کہیں زیادہ۔

بدعت سب سے پہلے اس حقیقت کو نظر انداز کرتی ہو کہ تشریع (قانون سازی) اللہ کا حق ہو کسی چیز کو قانونی حیثیت دینا، اس کی پابندی ضروری قرار دینا یہ منصب صرف شارع (اللہ) کا ہو انسانی قانونسازی، اسی منصب الٰہی کے خلاف بغاوت ہے، اسی لیے قانون ساز انسان کو قرآن طاغوت کہتا ہو، یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِہٖ۔

لیکن کسی چیز کو دین و شرع قرار دینا اور اس کو کسی خاص شکل اور شرائط کے ساتھ قربت خداوندی اور اجر و ثواب کا ذریعہ قرار دینا تو اس سے بھی بڑھ کر بات ہے، یہ تو شریعت سازی ہوئی، اور قرآن کہتا ہو کہ دین و شرع قرار دینا اللہ ہی کا کام ہو۔

شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ (شوریٰ ع ۲)	تمہارے لیے دین کی وہی راہ مقرر کی جس کا حضرت نوح کو حکم دیا تھا، اور ہم نے آپ کی طرف حکم بھیجا۔

اہل عرب نے جب اپنی طرف سے تحلیل و تحریم کا کام شروع کیا اور مستقل احکام جاری کیے تو قرآن نے ان پر یہی جرح کی۔

اَمْ لَھُمْ شُرَکٰٓؤُا شَرَعُوْا لَھُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا لَمْ یَاْذَنْ بِہِ اللّٰہُ۔	کیا ان کے کچھ شریک ہیں جنھوں نے ان کیلیے ایسا دین بنایا جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا تھا۔

یہ اللہ کی اجازت کے بغیر دینی قانون سازی کیا تھی، اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

وَقَالُوا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (انعام ع ۱۶)

اور انھوں نے کہا کہ یہ مویشی اور کھیتی ممنوع ہو اس کو صرف وہی کھائیں گے جن کو ہم چاہیں اپنے خیال کے مطابق، اور یہ مویشی ہیں جن کی پیٹھ پر چڑھنا منع ہے، اور کچھ مویشی جن کے ذبح پر اللہ کا نام نہیں لیتے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے، اللہ ان کے اس جھوٹ کی ان کو سزا دیگا۔

وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ (انعام ع ۱۶)

اور انھوں نے کہا کہ ان مویشیوں کے جو کچھ پیٹ میں ہے وہ ہمارے مردوں ہی کے کھانے کے لیے مخصوص ہے اور ہماری عورتوں کیلیے حرام ہے اور اگر مردہ ہو تو اس میں سب شریک ہیں، اللہ ان کو ایسی باتیں بنانے کی سزا دے گا، وہ حکمت والا اور خبردار ہے۔

عرب کے ان شریعت سازوں کا یہ جرم جس کو قرآن "افترا" کہتا ہے کیا تھا؟ یہی کہ انھوں نے بلا کسی آسمانی سند اور وحی کے محض اپنے اتفاق رائے اور اصطلاح سے ایک چیز کو ایک کیلیے حلال اور دوسرے کے لیے حرام کر دیا اور اس کے ایسے قواعد و احکام اور اصول و ضوابط مقرر کیے جن کا کوئی آسمانی ماخذ نہ تھا، اور پھر ان کی ایسی پابندی کی اور دوسروں سے کرائی جیسی پیغمبروں کی شریعتوں اور احکام الٰہی کی ہوتی ہے کہ اگر کوئی اس کے خلاف کرے تو سخت گنہگار سمجھا جائے اور ملزم و مطعون ہو۔

یہودیوں اور عیسائیوں کا یہی جرم قرآن نے بیان کیا ہے۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (توبہ ع ۵)

انھوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کو چھوڑ کر خدا ٹھیرالیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم کے سامنے اس آیت کی یہی تفسیر کی کہ عیسائی علماء و مشائخ نے جس چیز کو ان کیلیے حلال یا حرام قرار دیدیا انھوں نے بے چون و چرا اس کو مان لیا اور ان کو مستقل شارع قرار دیدیا۔

درحقیقت تحلیل و تحریم میں اور کسی چیز کو بلا دلیل شرعی فرض و واجب قرار دیدینے اور کسی خاص شکل اور آداب و شرائط کے ساتھ کار ثواب اور ذریعۂ تقرب الی اللہ قرار دینے میں کوئی اصولی فرق نہیں، دونوں

شرع عالم باذن بہ اللہ" کے حکم میں آتے ہیں۔

بدعت دوسری جس حقیقت کو نظر انداز کرتی ہے یہ ہے کہ شریعت مکمل ہو چکی ہے جس کا تعین ہونا تھا اس کا تعین ہو گیا، ایک انسان کی نجات کیلیے جتنے اعمال ضروری ہیں اور تقرب الی اللہ کیلیے جتنے وسائل تھے ان سب کی وضاحت کردی گئی، اور دین کی ٹکسال بند کردی گئی، اب جو نیا سکہ اس کی طرف منسوب کیا جائے گا وہ جعلی ہوگا۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (مائدہ ع ۱)

میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی اور اسلام کو بطور دین کے تمھارے لیے پسند کیا۔

تکمیل نعمت کے یہ خلاف ہے کہ دین و شریعت کا ایک بڑا حصہ مشتبہ اور غیر متعین چھوڑ دیا جائے اور صدیوں تک مسلمان اس کے دریافت سے غافل اور اس کے ثواب سے محروم رہیں، خصوصاً خیر القرون کے وہ لوگ جو وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ کے مخاطب اول تھے اور پھر صدیوں کے بعد اس کا انکشاف اور تعین ہو۔

اس شریعت میں جو شخص بھی کوئی نیا اضافہ کرتا ہے اور کسی خارج از دین بات کو دین کا جز قرار دیتا ہے، کسی ایسی چیز کا اہتمام کرتا ہے جس کا اللہ کے رسول نے اہتمام نہیں کیا، یا تقرب الی اللہ کے کسی نئے ذریعہ کا انکشاف کرتا ہے، گویا زبان حال سے یہ کہہ رہا ہے کہ دین میں یہ کمی رہ گئی تھی اس کو اب پورا کیا جا رہا ہے، اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ رسالت پر بڑا الزام ہے جن کو حکم تھا کہ

یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ۔ (مائدہ ع ۱۰)

اے پیغمبر پہونچا دو جو تمھاری طرف تمھارے رب کی طرف سے اُتارا گیا اور اگر ایسا نہ کیا تو تم نے اس کا پیغام نہیں پہونچایا۔

امام مالکؒ نے کیا خوب فرمایا:۔

من ابتدع فی الاسلام بدعۃ یراھا حسنۃ فقد زعم ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم خان الرسالۃ فان اللہ سبحانہ یقول اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ فما لم یکن یومئذٍ دینا فلا یکون الیوم دینا

جس نے اسلام میں کوئی بدعت پیدا کی اور اس کو وہ اچھا سمجھتا ہے وہ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے (نعوذ باللہ) پیغام پہونچانے میں خیانت کی اس لیے کہ اللہ فرماتا ہے کہ میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا، پس جو بات عہد رسالت میں دین نہیں تھی وہ آج بھی دین نہیں ہو سکتی۔

شریعت منزل من اللہ کی ایک خصوصیت اس کی سہولت اور اس کا ہر ایک کیلیے ہر زمانہ میں قابل عمل

ہوتا ہی۔ اللہ تعالےٰ حکیم و خبیر ہی اس کو انسانوں کی فطری کمزوری، ان کے مصالح اور ان کے مختلف و متفاوت حالات کا پورا علم ہی، اس کے ساتھ وہ رؤف و رحیم (بیحد مہربان اور شفیق) بھی ہی، اس علم محیط اور اس شفقت بے پایاں کی بنا پر اس نے انسانوں کیلیے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ نہایت آسان شریعت نازل کی، احکام شریعت میں ان کی کمزوریوں، مشکلات اور کوتاہیوں کا پورا لحاظ رکھا اور ان کی قوت، وقت اور وسعت اور زمان و مکان کا پورا لحاظ فرماتے ہوئے ان کے لیے ایک عالمگیر اور ابدی قانون مقرر فرمایا اس کا ارشاد ہی۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (بقرہ ع ۴۰)	اللہ کسی کو اس کی گنجایش سے بڑھ کر مجبور نہیں کرتا
يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا (النساء ع ۵)	اللہ چاہتا ہی کہ تمھارے بار کو ہلکا کرے، اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہی۔
يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (بقرہ ع ۲۳)	اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے، تم پر دشواری نہیں چاہتا
وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (حج ع ۱۰)	تم پر اللہ نے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (توبہ ع ۱۶)	تمھارے پاس تمھیں میں سے ایک رسول آیا جس پر تمھاری تکلیف شاق ہے، تمھاری اس کو بڑی فکر ہی ایمان والوں پر نہایت شفیق و مہربان ہی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی شریعت کے متعلق فرمایا۔

بعثت بالحنیفیۃ السمحۃ	مجھے نہایت سیدھے سادے آسان دین کے ساتھ بھیجا گیا
ان ھذا الدین یسر	بیشک یہ دین آسان ہی

اُمت کی مشقت کا آپ کو اتنا خیال تھا کہ فرمایا۔

لولا ان اشق علےٰ امتی لامرتھم بالسواک عند کل صلوٰۃ	اگر مجھے اپنی اُمت کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے وقت مسواک کرنا فرض قرار دیدیتا۔

لیکن دین کی یہ سہولت اور خدا کی طرف سے اس بات کی ضمانت اسی وقت تک ہی جبتک کہ اللہ شارع ہے اور شریعت اسی کی ہی، لیکن جب انسان شارع بن جائے اور وہ شریعت الٰہی میں مداخلت اور اضافہ شروع کر دے تو پھر دین کی سہولت باقی نہیں رہ سکتی، نہ انسان کا علم محیط ہی نہ وہ مختلف انسانوں کی ضروریات، مصالح اور زمان و مکان کے اختلافات کا لحاظ رکھ سکتا ہی نہ اس کو اپنے بنی نوع پر وہ شفقت ہوسکتی ہی جو اللہ اور اس کے

رسول کو ہی، نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ جو دین خالص ہونے کی صورت میں ہر ایک کیلیے قابلِ عمل اور بالکل سہل ہوتا ہے وہ ان بدعات کی آمیزشوں اور وقتاً فوقتاً اضافوں کے بعد اس قدر دُشوار پیچدار اور طویل ہو جاتا ہی کہ اس پر پورے طور پر عمل کرنا رفتہ رفتہ ناممکن ہوتا چلا جاتا ہی، لوگوں کو گریز اور حیلہ جوئیوں کی عادت پڑ جاتی ہی اور بہت سے لوگ ایسے مذہب کا قلادہ اپنی گردن سے اُتار دیتے ہیں۔ مذاہب کی تاریخ کا گہرا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ترکِ مذہب کی بکثرت نوبت اور الحاد و لا مذہبیت کا آغاز عموماً ان لامتناہی بدعات کے بعد ہوا، جن کی پابندی ایک متوسط درجہ کے انسان کیلیے تقریباً ناممکن ہوگئی تھی اور آدمی ان کا پابند رہ کر کسی اور کام کا نہیں رہ سکتا تھا۔ قرونِ وسطیٰ میں بھی علم و عقل کی بغاوت کلیسا کے اسی مذہبی نظام کے خلاف تھی جس سے اصل مسیحی مذہب کو ذرا بھی نسبت بھی نہ تھی۔

یہ نکتہ بھی قابلِ لحاظ ہی کہ الٰہی دین و شریعت کی ایک خصوصیت ان کی عالمگیر یکسانی ہی، یہ یکسانی زمانوں کے لحاظ سے بھی ہی اور مکانوں کے لحاظ سے بھی، اللہ چونکہ رب المشرقین و رب المغربین ہے، وہ زمان و مکان کے حدود و قیود سے بالاتر ہے، اس لیے اس کی شریعت میں کامل یکسانی پائی جاتی ہے اس کی آخری شریعت جس کی تکمیل آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو چکی ہے آفتاب کی طرح سب کیلیے ایک اور زمین و آسمان کی طرح سب کے لیے یکساں ہی، اس کی شکل جو قرنِ اول میں تھی وہی شکل چودھویں صدی ہجری میں بھی ہی وہ جیسی اور جتنی مشرق والوں کیلیے ہے ویسی ہی اور اتنی ہی مغرب والوں کیلیے بھی، جو قواعد و احکام عبادات کے جو اشکال اور تقرب الی اللہ کی جو متعین شکلیں اہلِ عرب کے لیے تھیں وہی اہلِ ہندوستان کیلیے بھی، اسی لیے اگر دُنیا کے کسی حصہ کا کوئی مسلمان باشندہ دُنیا کے کسی دوسرے حصہ میں چلا جائے تو اس کو فرائضِ اسلام کے ادا کرنے میں اور مسجد میں عبادت کرنے میں کوئی دقت نہیں پیش آئے گی، نہ اس کیلیے کسی مقامی ہدایت نامہ اور رہبر کی ضرورت ہوگی، اس کو دینی حیثیت سے کوئی اجنبیت اور مسافرت محسوس نہیں ہوگی، علاوہ مقتدی ہونے کے وہ اگر صاحبِ علم ہی تو ہر جگہ امام بن سکتا ہے، اور ہر جگہ فتویٰ دے سکتا ہے۔

لیکن بدعات کا یہ خاصہ نہیں، ان میں یکسانی اور وحدت نہیں ہوتی، ان میں زمان و مکان کا پرتو ہوتا ہی، وہ ہر جگہ کے مقامی سانچہ اور ملکی یا شہری ٹکسال سے ڈھل کر نکلتی ہیں، اور خاص تاریخی و مقامی اسباب اور ماحول پر مبنی ہیں، ان کو تمام عالمِ اسلامی میں رواج نہیں دیا جا سکتا، نہ دُنیا کے تمام مسلمانوں کو ان کا علم ہونا ضروری ہی، علم ہونے کے بعد یہ ضروری نہیں کہ وہ سب ان کو قبول کرلیں، اس لیے ہندوستان کی بدعات مصر کی بدعات سے مختلف ہیں، اور ایران و شام کی بدعات میں کوئی اشتراک نہیں، ملکوں سے گزر کر بعض اوقات شہر شہر کی بدعات مختلف ہوتی ہیں، ایک شہر کے مسلمانوں کو دوسرے شہر کی مخصوص بدعات کا علم نہیں ہوتا، یہ بات بڑھتے بڑھتے محلوں اور گھروں تک پہونچ سکتی ہے اور گھر گھر کا دین مختلف ہو سکتا ہی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمام دوسری شریعتوں اور مذاہب کا عبرتناک انجام تھا، یہودیت اور عیسائیت مسخ شدہ اور محرف شکل میں موجود تھی، اس لیے آپ نے شریعت اسلامی کو اپنی حقیقی شکل اور اصلی مقدار میں رکھنے کی پوری کوشش فرمائی، اور اس کے لیے تمام احتیاطی تدابیر اختیار کیں آپ نے اپنے جانشینوں کو بدعت سے بچنے اور سنت کی حفاظت کی بڑی تاکید سے تلقین کی، آپ نے فرمایا۔

من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد	جو ہمارے دین میں کوئی ایسی نئی بات پیدا کرے جو اس میں داخل نہیں تھی تو وہ بات مسترد ہے۔
ایاکم والبدعۃ فان کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار	بدعت سے ہمیشہ بچو، اس لیے کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہی جہنم میں ہوگی۔

اور یہ حکیمانہ پیش گوئی بھی فرمائی

ما احدث قوم بدعۃ الا رفع بھا مثلھا من السنۃ[1]	جب کچھ لوگ دین میں کوئی نئی بات پیدا کرتے ہیں تو اس کے بقدر کوئی سنت اٹھ جاتی ہے۔

آپ کے براہ راست جانشین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس وصیت کی پوری تعمیل کی اور بدعات کے بارے میں کسی قسم کی رواداری اور کمزوری روا نہیں رکھی، ان کے انکارِ بدعات کے واقعات ملاحظہ ہوں اگر کوئی شخص بدعات کے حقیقی مفاسد اور محافظت شریعت کی حکمت و اسرار سے واقف نہ ہو تو ان کو تشدد اور غلو پر محمول کرے گا، لیکن اگر کوئی شخص مذاہب کی تاریخ سے واقف ہے تو وہ ان حضرات کے تفقہ اور حکمت دین کی داد دے گا، کہ اگر دوسری ہی نسل میں مذہب کی شکل کی حفاظت نہ کی جاتی تو وہ باقی نہیں رہ سکتا تھا۔

صحابہ کرام کے بعد ائمہ و فقہاء اسلام نے اعلیٰ درجہ کے فہم دین اور ایسی عزیمت و استقامت کا ثبوت دیا جو انبیاء کرام کے جانشینوں کے شایان شان ہے، انھوں نے ہمیشہ اپنے زمانہ کی بدعات کی سختی سے مخالفت کی، مبتدعین کا علمی و عملی مقاطعہ کیا، اسلام کے معاشرہ اور دینی حلقوں میں ان بدعات کو مقبول اور ان کے علمبرداروں کو وقیع اور باوقار بننے سے روکنے کی کوشش کی اور ان کو اہل علم کی نگاہوں سے ہمیشہ کیلیے گرا دیا۔

بالخصوص فقہاء حنفیہ نے جو شدید احتساب کیا اور جس باریک بینی اور نکتہ فہمی کے ساتھ اپنے زمانہ کے بعض بظاہر معمولی مبتدعانہ اعمال و رسوم کی مخالفت کی اور شریعت کی حفاظت اور سنت و بدعت کے التباس کے لیے جو حکیمانہ انتظامات اور فقہی احتیاطیں کیں وہ ان کی اصول دین سے گہری واقفیت اور ان کے تفقہ کی بہترین مثالیں ہیں

[1] اس فرمان نبوی کی اگر شرح دیکھنا ہو تو مکتوبات امام ربانی رح (مکتوب ۱۸۶ بہ خواجہ عبدالرحمٰن) ص۱۸۶ و ص۱۸۶ (احمدی) و ص۲۵۵ بملا طاہر بدخشی میں ملاحظہ ہو یا ان لوگوں کی عملی زندگی میں جو بدعات میں مبتلا ہیں۔

جو لوگ یہ جانتے ہیں کہ بدعات عوام اور خوش عقیدہ شائقین دین کیلیے کیسی مقناطیسی کشش رکھتی ہیں اور کس سرعت کے ساتھ رواج و مقبولیت حاصل کرلیتی ہیں وہ ان علماء اسلام کی ہمت و دلیری اور کامیابی کی داد دیں گے جن کی کوششوں اور اظہار حق سے بعض بعض بدعات کا بالکل سدباب ہوگیا اور اب ان کا فقہ کی بعض کتابوں یا تمدن کی بعض تاریخوں میں ذکر آتا ہے، بعض بدعات جو باقی رہ گئیں ان کا بدعت ہونا بھی مشتبہ نہیں رہا اور ایک جماعت ہمیشہ ان کی مخالفت کرتی رہی اور اب بھی کرتی ہے۔

ان مخالفین بدعت اور حاملین لواء سنت کو اپنے زمانہ کے عوام یا خواص کالعوام سے اسی طرح "جامد" اور روایت پرست وغیرہ کے خطابات ملے، جس طرح ہر زمانہ کے مذاق عام اور رواج عام کے خلاف کہنے والوں اور کرنے والوں کو ملا کرتے ہیں۔ مایقال لک الا ما قد قیل للرسل من قبلک

غفلت، دین الٰہی سے انحراف کا ایک عام سبب غفلت ہے، اللہ سے بے تعلقی اور اس کے احکام و فرائض کی طرف سے بے توجہی کا سبب ہمیشہ بغاوت و کفر ہی نہیں ہوتا، بلکہ اکثر اوقات دنیا پرستی اور مادیت تی ہے، عزت و جاہ کا سودا، دولت کا عشق اور معاش میں سرتاپا انہماک آدمی کو معاد سے بالکل غافل کردیتا ہے، مادیت کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ سرے سے نجات کا خیال، رضاء الٰہی کے حصول کا شوق، اور اس کے عذاب کا خوف دل سے بالکل نکل جاتا ہے، اور کھانے پینے اور پہننے کے سوا دنیا میں کوئی فکر باقی نہیں رہتی، خدا سے غافل لوگوں کی صحبت اور گناہوں اور عیش میں انہماک دل کو ایسا مردہ کردیتا ہے کہ دینی اور اخلاقی حس باطل ہوجاتی ہے، نیک و بد اور حلال و حرام کی تمیز جاتی رہتی ہے، ایسے غافل اپنے اخلاق و اعمال، سیرت و کردار، معاشرت و آداب اور وضع و صورت میں کافروں اور اللہ کے باغیوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں رہتے، شراب کے بے تکلف دور چلتے ہیں، منہیات و محرمات کا آزادی سے ارتکاب کیا جاتا ہے، جرائم اور فسق و فجور میں نئی نئی ایجادات کی جاتی ہیں اور ان میں ایسی ذہانت اور ہنرمندی کا اظہار کیا جاتا ہے کہ پرانی امتیں ان کے سامنے مات ہوجاتی ہیں شرع و دین کی کوئی حرمت باقی نہیں رہتی، ایسی خدا فراموشی اور خود فراموشی طاری ہوجاتی ہے کہ بھول کر بھی خدا یاد نہیں آتا اور اپنا بھی حقیقی ہوش نہیں رہتا

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ (حشر ع ۳)

ان لوگوں کی طرح نہ ہو جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا اللہ نے ان کو خود فراموش بنا دیا۔

یہی وہ لوگ ہیں جن کا حال اللہ نے اس آیت میں بیان کیا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ (یونس ع۱)

بیشک جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پر مگن اور مطمئن ہیں اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔

نتیجۃً و عملاً ایسے غفلت شعار اور آخرت فراموش، منکرین آخرت اور اللہ و رسول سے بغاوت کرنے والوں سے ممتاز نہیں ہوتے، پیغمبروں کی دعوت کیلیے ان کا وجود بھی اسی قدر بے سود اور بعض اوقات سنگ راہ ہوتا ہے جس طرح مکذبین و منکرین کا، اور بعض اوقات یہ مدعیانِ اسلام، اسلام کے خلاف حجت اور تبلیغ اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ پھر اس سے زیادہ بدقسمتی کی بات یہ ہوتی ہے کہ غافلین یا منافقین اپنی کثرت یا دنیاوی لیاقت یا کوششوں یا محض وراثت سے مسلمانوں کی مسند حکومت پر قابض ہو جاتے ہیں اور مسلمانوں کی "امامت" ان کے ہاتھ میں آجاتی ہے یا مسلمانوں کی زندگی میں اتنا رسوخ اور اثر پیدا کر لیتے ہیں کہ ان کے اخلاق و اعمال عوام کے لیے نمونہ بن جاتے ہیں اور ان کی عظمت اور وقعت دل و دماغ میں جاگزیں ہو جاتی ہے اس وقت ان "اکابر مجرمین" کی وجہ سے غفلت و خدا فراموشی اور غیر اسلامی زندگی کا ایسا دور دورہ ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کی عملداری میں "جاہلیت" کی حکومت قایم ہو جاتی ہے اور بعض اوقات جب اس طرز زندگی کو کچھ زیادہ مدت گزر جاتی ہے تو اسی کا نام "اسلامی تہذیب و تمدن" پڑ جاتا ہے جس کی مخالفت "غیر اسلامی تمدن" سے زیادہ مشکل ہوتی ہے۔

ان تمام حالات میں پیغمبروں کے جانشینوں کو کام کرنا پڑتا ہے، شاید انسانوں کی کوئی جماعت اتنی مشغول اور فرایض و ذمہ داریوں سے اتنی گراں بار نہیں، جتنی نائبان رسولؐ اور علماء و مصلحین اسلام کی جماعت ہے جسمانی امراض کے طبیبوں کو بھی کبھی آرام اور فرصت کا موقع میسر آجاتا ہوگا، لیکن ان اطباء روح کیلیے کوئی موسم اعتدال اور صحت کا نہیں، بہت سی جماعتیں ایسی ہیں کہ جب ان کی اپنی حکومت قایم ہو جاتی ہے تو ان کی جد و جہد ختم ہو جاتی ہے اور ان کا مقصود حاصل ہو جاتا ہے، لیکن علماء حق اور قَوّٰامِیْنَ لِلّٰہِ شُھَدَاءَ بِالْقِسْطِ "اللہ کی طرف سے منتظم اور انصاف کے گواہ"، کی جماعت کا کام بعض مرتبہ مسلمانوں کی حکومت میں ختم ہونے کے بجائے کچھ بڑھ ہی جاتا ہے، کچھ چیزیں ہیں جو حکومت و طاقت اور دولت و فراغت ہی کے زمانے میں پیدا ہوتی ہیں، اور علماء اسلام ہی کا فرض ہوتا ہے کہ ان کی نگرانی کریں وہ اپنے فریضۂ احتساب، نگرانی اخلاق اور دینی رہنمائی کے منصب سے سبکدوش نہیں ہوتے، اس وقت بھی ان کا جہاد اور ان کی جد و جہد جاری رہتی ہے، کہیں مسلمانوں کی مسرفانہ زندگی پر روک ٹوک کر رہے ہیں، کہیں سامانِ عیش و غفلت پر ان کی طرف سے قدغن ہے، کہیں چوری کی شراب کو گرفتار کیا ہے اور اس کو انڈیل رہے ہیں، کہیں باجوں اور موسیقی کے آلات کو توڑ رہے ہیں، کہیں مردوں کیلیے ریشم کے لباس، اور سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال پر چیں بجبیں ہیں کہیں بے حجابی اور مردوں اور عورتوں کے آزادانہ اختلاط پر معترض ہیں، کہیں حماموں کی بے قاعدگیوں اور بداخلاقیوں کے خلاف آواز بلند کر رہے ہیں کہیں اپنے زمانے کے خلاف اخلاق اور خلاف شرع باتوں اور عادتوں کے خلاف وعظ کہہ رہے ہیں۔ کہیں غیر مسلموں اور عجمیوں کے عادات و خصوصیات اختیار کرنے پر

ان کی طرف سے مخالفت ہی کبھی مسجدوں کے صحن اور مدرسوں کے ایوانوں میں حدیثوں کا درس دے رہے ہیں اور قال اللہ اور قال الرسول کی صدا بلند کر رہے ہیں، کبھی خانقاہوں میں یا اپنے گھروں اور مسجدوں میں بیٹھے ہوئے دلوں کا زنگ دور کر رہے ہیں اللہ کی محبت اور طاعت کا شوق پیدا کر رہے ہیں، امراض قلب، حسد، تکبر، حرص دنیا اور دوسرے نفسانی اور روحانی امراض کا علاج کر رہے ہیں کبھی منبر پر کھڑے ہوئے جہاد کا شوق دلا رہے ہیں اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت یا اسلامی فتوحات کے لیے آمادہ کر رہے ہیں، پوری اسلامی تاریخ میں آپ کو زندہ اور ربانی علماء جو حکومت وقت کے دامن سے وابستہ نہیں تھے یا حقیر جھگڑوں میں مشغول نہیں تھے، انھیں مشاغل میں منہمک نظر آئیں گے اور مسلمانوں کا کوئی دورِ حکومت ان علماء حق اور ان کی جدو جہد سے خالی نہیں رہا۔

بنی امیہ کا دور اور مسلمانوں کا شاہانہ عہد ہے، بظاہر مسلمانوں کو تمام کاموں سے فرصت ہوگئی ہے مگر علماء کو فرصت نہیں، حضرت حسن بصری رح کی مجلس وعظ گرم ہے جس میں اپنے زمانے کے منکرات و بدعات کے خلاف تقریر ہو رہی ہے، اپنے زمانہ کی معاشرت نظام اور اہل حکومت کی بے دینی پر تنقید ہے، نفاق کی علامات اور منافقین کے اوصاف وسیع پیرایہ میں بیان ہو رہے ہیں اور موجودہ زندگی پر ان کو منطبق کیا جا رہا ہے خشیت الٰہی اور آخرت کا بیان ہے جس سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئی ہیں اور روتے روتے حاضرین کی ہچکیاں بندھ گئی ہیں، سورہ فرقان کے آخری رکوع وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا کی تفسیر ہو رہی ہے اور صحابہ کرام کے چشمدید حالات اور واقعات اس طرح بیان کیے جا رہے ہیں کہ اس مبارک دور کی تصویر کھنچ گئی ہے اور صحابہ چلتے پھرتے نظر آ رہے ہیں، لوگ مجلس سے توبہ کر کے اٹھتے ہیں اور سیکڑوں آدمیوں کی اصلاح حال ہو رہی ہے۔

بنی عباس کا دور ہے اور امام احمد بن حنبل رض، شاہِ وقت کے ذوق و رجحان اور مسلک کے خلاف مذہب اعتزال کی صاف صاف تردید کر رہے ہیں اور بدعات کا رد اور سنت کا اعلان کرتے ہیں، علم کلام اور فلسفہ کے بڑھتے ہوئے رجحان کے مقابلہ میں خالص سنت اور عقائد سلف کی تبلیغ فرما رہے ہیں اور یہ سب اس جرأت اور اطمینان کے ساتھ کہ گویا مامون و معتصم کی حکومت نہیں ہے بلکہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافت ہے۔

بغداد اپنے اوج پر اور بغداد کی تہذیب، دولت اور بے فکری اور آزادی عروج پر ہے، ہر طرف عیش و غفلت کا سمندر رواں ہے، کرخ و رصافہ کے میدانوں میں اور مسجدوں کے سامنے میلے لگے ہوئے ہیں شہر میں بڑی چہل پہل ہے لیکن سیکڑوں آدمی ان تمام دلچسپیوں اور تفریحات سے آنکھ بند کیے ایک طرف چلے جا رہے ہیں

۱؎ کتاب قیام اللیل محمد بن نصر مروزی۔

آج جمعہ کا دن ہے، محدث ابن جوزی کا وعظ ہے، وعظ ہو رہا ہے، سیکڑوں آدمی تائب اور بیسیوں غیر مسلم مسلمان ہو رہے ہیں، لوگ خلاف شرع امور سے توبہ کر رہے ہیں۔

ایک طرف اسی پرشور اور ہنگامہ زا بغداد میں نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا درس وعظ اور روحانی فیض جاری ہے جس سے عرب و عجم کے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں بڑے بڑے امراء و شاہزادے اپنے عیش و دولت کو خیرباد کہکر زہد و فقر کی زندگی اختیار کرتے ہیں، بڑے بڑے سرکش اور نشۂ دولت میں مخمور تائب ہوتے ہیں، خلافت عباسی کے عین دارالخلافہ میں اور خلیفۂ بغداد کی حکومت کے بالکل مقابل اس درویش کی روحانی اور دینی حکومت قائم ہے جس کا سکہ عرب و عجم پر رواں ہے۔

بعد کے تمام عہدوں میں اور حکومت اسلامی کے تمام اطراف و اکناف میں سلاطین و امراء کے بالمقابل اور تمام دوسری دلچسپیوں دعوتوں اور تحریکوں اور مشاغل کے ساتھ علماء حق کی یہ کوششیں اور ان کے مرکز، مساجد، مدارس، خانقاہیں، مجالس وعظ اور باضابطہ و بے ضابطہ احتساب جاری رہا۔

علماء حق کا ہی قسمت یا خوش قسمت گروہ ہے جس کو مسلمان بادشاہوں اور ان کے کارکنان حکومت کے ہاتھوں (جبکہ دوسروں کو سیم و زر کی تھیلیاں اور عہدوں کے پروانے ملتے تھے) دار و رسن اور تازیانے کے انعامات ملے۔ اسی گروہ کے کتنے افراد کو ایک مسلمان حاکم (حجاج) کے ہاتھوں شہادت کا سرخ خلعت ملا پھر اسی گروہ کے ایک مقتدر فرد (حضرت امام ابو حنیفہؒ) کو امیرالمومنین منصور عباسی کے ہاتھوں زہر کا جام نوش کرنا پڑا، پھر اسی گروہ کے دوسرے امام (حضرت امام احمد بن حنبلؒ) کو سب سے بڑے روشن خیال مسلمان بادشاہ (مامون) کے زمانہ میں پابجولاں اور اسیر زنداں ہونا پڑا اور اس کے جانشین (معتصم) کے ہاتھوں تازیانے کھانے پڑے۔

آخر زمانے میں بھی کیسے کیسے عادل و دادگر مسلمان فرماں رواؤں کے ہاتھوں کیسے کیسے جلیل القدر علماء پر بیداد ہوئی، جہانگیر کی زنجیر عدل مشہور ہے مگر حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کے پاؤں میں بھی زنجیر پڑی اور ان کو اپنے اظہار حق کے صلہ میں گوالیار کے قلعہ میں محبوس ہونا پڑا۔

ان کارناموں اور خدمات کے علاوہ (جو حاملین دین اور محافظین شریعت کے فرائض منصبی ہیں) جن کو ہم اس حیثیت سے دفاعی کہہ سکتے ہیں کہ وہ شرک و کفر، بدعت اور غفلت کے مقابلہ میں اسلام کی حفاظت کی کوششیں ہیں مگر یہ درحقیقت اسلام کی مستقل دعوت و تبلیغ اور دین کی مسلسل جد و جہد ہے جو قیامت تک جاری رہے گی۔

لایزال طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق لا یضرھم ... میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر علانیہ قائم رہیگا کسی کے

ہندوستان کیلئے اسکی تفصیل سب سے زیادہ والد مرحوم مولانا سید عبدالحئی کی عظیم الشان عربی تصنیف نزہۃ الخواطر کی آٹھ جلدوں میں ملیگی جو ہندوستان کے مسلمان مشاہیر و اعیان اور علماء کی سب سے بڑی تاریخ ہے اور افسوس ہے کہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔

من خذ لھم (او کما قال) مدد نہ کرنے سے اس کو کچھ نقصان نہ پہونچے گا۔

الجھاد ماض الیٰ یوم القیٰمۃ جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔

لیکن ان کے علاوہ ذوا ور خدمتیں ہیں جو ہر زمانہ کے علماء کے ذمہ ہیں اور علماء ربانی ان کو انجام دیتے رہے ہیں۔

۱۔ اسلامی فتوحات سے کثرت اور مبلغین، صلحاء و صوفیہ، اور بعض مسلمانوں کے اخلاق اور محبت کے اثر سے بیشتر مسلمانوں کے مفتوحہ ممالک میں لاکھوں آدمیوں نے اسلام قبول کیا، اور پوری پوری برادریاں اور بڑے بڑے خاندان اسلام میں داخل ہوگئے لیکن ان کی تعلیم و تربیت کا کوئی انتظام نہ کیا جاسکا اور ان پر اسلام کی تعلیمات کا کوئی اثر نہ پڑ سکا، یا اگر ان پر یہ اثر پڑا تو ان کی بعد کی نسلوں میں یہ اثر باقی نہ رہ سکا، اور رفتہ رفتہ اس کے سوا ان کو کچھ یاد نہ رہا کہ ہمارے باپ دادا مسلمان تھے، اور انھوں نے کسی زمانے میں اسلام قبول کیا تھا، اور بجائے اسلامی نام اور کلمہ طیبہ کے الفاظ کے ان کے پاس اسلام کا کوئی نشان باقی نہ رہا، کچھ دنوں کی دور بے توجہی کے بعد اسلامی نام بھی باقی نہ رہے، اور کلمہ طیبہ بھی سیکڑوں میں سے چند کے سوا کسی کو یاد نہ رہا۔ مگر اپنے مسلمان ہونے کا اعتراف باقی رہا، پھر وہ بھی مٹنے لگا، اور اس وقت باقاعدہ ان کا ارتداد عمل میں آنے لگا۔

ہندوستان جیسے ملک میں جہاں خاص حلقہ کے باہر اسلام کی بنیاد ہمیشہ کمزور رہی، اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں، تقریباً ہر بڑے شہر سے کچھ فاصلہ پر اور ہندوستان کے تمام اطراف میں لاکھوں کی تعداد میں ایسی مسلمان قومیں اور برادریاں موجود ہیں جنکو اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہا، دیہاتوں کی بڑی مسلمان آبادی ایسی ہی جو نئے سرے سے تبلیغ اسلام کی محتاج ہے انہیں سے بکثرت ایسے مسلمان ہیں جو ہنوز عہد جاہلیت میں ہیں، اور ان کو بعثت نبوی کی خبر بھی نہیں ہے، وہ اسلام سے اتنے بے خبر ہیں جتنے دیہاتوں کے غیر مسلم فرائض و احکام اسلام کا ذکر چھوڑ کر بعض بڑے شہروں کے اطراف و نواح میں ایسے مسلمان بستے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی سے بھی واقف نہیں۔

بعض علماء ربانی نے اپنے زمانہ میں ان علاقوں اور دیہاتی رقبوں کی طرف توجہ کی، اور بعض مسلمان قوموں اور برادریوں کو از سر نو مسلمان بنایا۔ ان میں تبلیغی دورے کیے، وعظ و نصیحت، اختلاط آمد و رفت اور اپنے اخلاق و تالیف قلب سے ان کے دل مٹھی میں لیے، ان کو مرید کر کے ان کو توحید اور اتباع سنت کے راستہ پر لگایا، شرک و بدعت سے تائب کیا، جاہلانہ رسمیں، غیر مسلموں کی وضع و صورت اور کفر و جاہلیت کے شعائر چھڑائے ان میں اخلاق و انسانیت پیدا کی، پابند فرائض اور خوش اوقات بنایا۔ علم کا شوق دلایا اور تعلیم کو رائج کیا، اور ان میں سے لائق افراد کو چھانٹ کر اور اپنے پاس رکھ کر ان کی تربیت و تعلیم کی، پھر ان سے اپنی قوم اور دوسری جماعتوں کی تبلیغ و اصلاح کا کام لیا۔ یہ تبلیغی کام جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طرز کا ہے سب سے زیادہ ظاہری مناسبت رکھتا ہے

ان کے دوسرے کارناموں کے مقابلہ میں کسی طرح کم اہم نہیں۔

(۲) قرآن وحدیث اسلام کی طاقت کا اصلی سرچشمہ ہیں، جن سے ہمیشہ طاقت اور روشنی حاصل کی جا سکتی ہے اور جن کے ذریعے سے ہر زمانہ میں مسلمانوں کے کمزور سے کمزور ڈھانچے میں روح پھونکی جا سکتی ہے، شرک و کفر، بدعت و غفلت کے خلاف سب سے کارگر حربہ قرآن وحدیث کا علم اور ان کی اشاعت ہے، ان کا صحیح علم اور ان کی روشنی جس قدر پھیلتی جائے گی، کفر و جہالت کی تاریکیاں دور ہوتی جائیں گی، اس لیے ہزار تبلیغوں کی ایک تبلیغ ان کی نشر و اشاعت ہے۔

انبیاء کرام کی بڑی خصوصیت ان کی ہم آہنگی اور یک آہنگی ہے یعنی وہ سب ایک بات کہتے ہیں، اور ایک ہی بات کہتے رہتے ہیں، وہ کیا۔

یٰقوم اعبدوا اللہ مالکم من الٰہٍ غیرہ۔ (ہود) — اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو، تمہارا معبود اس کے سوا کوئی نہیں۔

ان کے جانشینوں کی بھی یہی خصوصیت ہوتی ہے کہ ان کی تمام کوششوں اور ان کی زندگی کے متنوع مشاغل کا ہدف بھی ایک ہوتا ہے وہ "دعوت الی اللہ" ہے، درس و تدریس، وعظ و تقریر، تبلیغ و تذکیر، تصنیف و تالیف، سلوک و تصوف، بیعت و ارشاد، سب سے غرض خلق خدا کو اللہ کی طرف بلانا، اللہ سے ملانا، اور اللہ ہی کا بنانا ہوتا ہے، ان کے مشاغل متنوع اور مختلف ہو سکتے ہیں مگر سب کا مرکز اور مقصد ایک ہوتا ہے، وہ بہت کچھ کہتے ہیں، مگر درحقیقت ایک ہی بات کہتے ہیں اور بار بار کہتے ہیں۔

فطرت کا سرود ازلی اس کے شب و روز
آہنگ میں یکتا صفت سورۂ رحمٰن

حضرت نوح کی طرح وہ بھی ان مشاغل اور مختلف طرق تبلیغ کی طرف اشارہ کر کے کہہ سکتے ہیں۔

رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا — اے رب میں بلاتا رہا اپنی قوم کو رات اور دن پھر

اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا — میں نے ان کو بلایا برملا۔

ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا — پھر میں نے ان کو کھول کر اور چھپ کر کہا چپکے سے

یہ وعظ، یہ درس اور یہ انفرادی و اجتماعی کوششیں، یہ ظاہر و مخفی تدبیریں، یہ تذکیر و تزکیہ اور یہ توجہات اور انفاس قدسیہ، اعلان و اسرار ہی کی شکلیں ہیں۔

چینی، ربڑ وغیرہ کی گڑیوں اور مورتوں کا شرعی حکم

ایک صاحب نے سوال کیا ہے:۔

چینی، یا ربڑ یا دوسرے مسالوں یا تانبے پیتل وغیرہ دھاتوں سے بنی ہوئی بچوں کے کھیلنے کی جو مختلف قسم کی مورتیاں عام طور سے بازاروں میں بکتی ہیں جن کی تصویری حیثیت اتنی مکمل ہوتی ہے کہ دور سے دیکھنے والوں کو حقیقت کا شبہ ہوتا ہے۔ کیا بچوں کے کھیل ہی کیلیے ان کا خریدنا، گھر میں رکھنا اور بچوں کو اُن سے کھلانا شرعاً جائز ہے؟۔ بعض حضرات اس کو جائز کہتے ہیں اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ صحیح احادیث سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا گڑیاں رکھنا اور اُن سے کھیلنا ثابت ہے، اور یہ بھی ثابت ہے کہ حضور کے علم میں یہ چیز آئی اور آپ نے ان کو اس سے منع نہیں فرمایا۔

نیز وہ کہتے ہیں کہ چھوٹے بچے شرعاً مکلف نہیں اس لیے وہ اگر اس قسم کی مورتوں اور گڑیوں سے کھیلیں تو کوئی مضائقہ نہ ہونا چاہیے!

تو کیا اُن کا یہ خیال اور یہ استدلال صحیح ہے؟

الجواب

(الف) جانداروں کی تصویر اور مورت سازی کی حرمت، نیز ان تصویروں اور مورتیوں کے گھر میں رکھنے کا عدم جواز شریعت اسلامی کا اتنا مشہور مسئلہ ہے کہ اگر آپ کسی ایسے غیر مسلم سے بھی دریافت کریں گے جس کو کبھی مسلمانوں سے کچھ قریب ہونے اور ان کے دین کے متعلق موٹے موٹے معلومات حاصل کرنے کا بھی موقع ملا ہو تو وہ بھی آپ کو یہ بات بتلا سکے گا کہ مسلمانوں کے دین میں یہ چیز نا جائز اور حرام ہے۔

(ب) احادیث نبوی اس باب میں متواتر المعنی ہیں یعنی جن مختلف المضامین احادیث میں تصویر کی حرمت کا حکم وارد ہوا ہے اگر اُن سب کو یکجا کر کے سامنے رکھا جائے تو ہر شخص بلا کسی شک شبہ کے یہ یقین کرنے پر مجبور ہوگا کہ بے شک دین محمدی میں تصویر حرام ہے۔

(ج) ہر زمانہ کے علماء ملت وفقہاء امت نے ان احادیث ہی کی روشنی میں "تصویر" کو حرام سمجھا ہے اور یہ ائمہ مجتہدین کا اجماعی مسئلہ رہا ہے۔ آج کل کے اُن منکرین حدیث اہل ہوی کے سوا جن کا انکار حدیث ہوس پرستی اور دینی بے قیدی

کے رجحان کے علاوہ کوئی حقیقی بنیاد نہیں رکھتا، امت کی تیرہ سو سال کی عمر میں کوئی ایک ایسا عالم اور فقیہ معلوم نہیں جس نے حرمت تصویر کے اس حکم سے انکار یا اختلاف کیا ہو۔ ہاں اصل حکم کو مانتے ہوئے تفصیلات اور جزئیات میں اختلاف ہو سکتا ہے اور ہوا ہے۔

(د) جن صاحب کا آپ نے حوالہ دیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اصل حکم (حرمت تصویر) کے منکر نہیں ہیں بلکہ صرف جو تصاویر اور مورتیں بطور کھلونوں کے بچوں کے ہاتھوں میں رہتی ہیں ان کو غالباً بس انہی کے بارہ میں غلط فہمی ہوئی ہے اس لیے اُن تمام احادیث کے ذکر کی ضرورت نہیں جن سے تصویر کی حرمت معلوم ہوتی ہے تاہم مسئلہ کی نوعیت اور اہمیت واضح کرنے کے واسطے صرف دو تین حدیثوں کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے

(۱) متعدد صحابہ کرام سے مختلف سیاقوں کے ساتھ حدیث کی قریباً تمام کتابوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ ملائکہ رحمت اُس گھر میں نہیں اترتے جس میں کہ تصویر ہو۔ (مختصراً)

(۲) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کو حکم فرمایا کہ تم میں سے کوئی اُٹھے اور مدینہ میں جو بُت پائے توڑ دے اور جو قبر زیادہ اونچی دیکھے اس کو برابر کر دے اور جو تصویر نظر پڑے اس کو بگاڑ دے اور ملیامیٹ کر دے۔ (مسند احمد کنز العمال) آگے روایت میں ہے کہ حضرت علی مرتضےٰ ہی اُٹھے اور انھوں نے یہ خدمت انجام دی، مدینہ میں جو بُت پایا اس کو توڑ ڈالا جو قبر اونچی نظر آئی اس کو برابر کر دیا اور جو تصویر دیکھی اس کو بگاڑ ڈالا یعنی اس کی تصویریت کھو دی۔

(۳) حضرت علی مرتضےٰ نے بھی اپنے دور خلافت میں ایک فوجی افسر کو اسی خدمت پر مامور کر کے بھیجا تھا اور اس سے خاص طور سے کہا تھا کہ میں تمکو اس کام پر بھیج رہا ہوں جس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک مرتبہ مامور فرمایا تھا۔ (کنز العمال)

(۴) ان احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تصاویر گھر میں رکھنا بھی اللہ کی مبغوضیت، اس کی فرشتوں کی نفرت، اور ان کے نزول کی برکت سے محرومی کا باعث ہے اور وہ ایسا منکر ہے جس کا مٹانا واجب ہے۔

یہ حکم تو تصویروں اور مورتوں کے گھر میں رکھنے کا معلوم ہوا لیکن تصویر کشی اور مورت سازی کا حکم اس سے اشد ہے اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سخت ترین کبائر میں سے ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا گیا۔ اشد الناس عذابا عند اللہ یوم القیمۃ الذین یضاھون بخلق اللہ۔ اور ایک روایت میں ہے "الذین یصورون ھذہ الصور" یعنی قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اُن لوگوں کو دیا جائے گا جو تصویر کشی اور مورت سازی کرتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے من اظلم ممن ذھب یخلق کخلقی (یعنی اس سے زیادہ ظالم اور کون ہوگا جو میرے وصف خالقیت کی نقل اُتارنا چاہتا ہے یعنی تصویر کشی اور مورت سازی کرتا ہے) ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے حضورؐ نے فرمایا من صوّر صورۃً عذّب وکلّف ان ینفخ فیھا الارواح ولیس بنافخ۔ (یعنی جو یہاں تصویریں اور مورتیں بنائے گا قیامت میں اللہ تعالےٰ اس کو مبتلائے عذاب کرے گا اور اس کو مجبور کیا جائے گا کہ ان تصویروں میں روح ڈالے اور وہ نہ ڈال سکے گا)

بہرحال تصویر کشی اور مورت سازی تو اشد کبائر میں سے ہے جس پر قیامت میں سخت ترین عذاب کی وعیدیں ہیں لیکن بنی بنائی تصاویر گھر میں رکھنے کے متعلق احادیث بالا سے معلوم ہو چکا ہے کہ وہ معصیت ہے اور ایسی قابل نفرت معصیت کہ اسلام اس کے وجود کو برداشت نہیں کرتا بلکہ اس کو ملیا میٹ کر دینا ضروری سمجھتا ہے۔

(د) یہ بھی ظاہر ہے کہ جو تصویر مورت اور مجسمہ کی شکل میں ہو وہ تصویریت میں اس سے اعلےٰ اور اکمل ہوگی جو کاغذ یا کپڑے پر ہو اور اس لیے اس کا گناہ بھی سخت تر ہوگا لہٰذا سوال میں جس قسم کی مورتوں اور مجسموں کے متعلق دریافت کیا گیا ہے اُن کا خریدنا، گھر میں رکھنا، اور بچوں کو اُن سے کھلانا سب معصیت ہوگا اور سخت درجہ کی معصیت۔

(ز) اُن صاحب کا یہ خیال کہ بچے چونکہ احکام شرعیہ کے مکلّف نہیں ہوتے ہیں اس لیے ان مورتوں کے ساتھ ان کے کھیلنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بہت ہی سطحی درجہ کا مغالطہ ہے، بے شک چھوٹے بچے تو مکلّف نہیں ہوتے لیکن جو ماں باپ اُن کے لیے یہ چیزیں مہیا کرتے ہیں کیا وہ بھی مکلّف نہیں ہیں؟ اور اس اصول پر تو بچوں کا شراب پینے اور معاذ اللہ ان کی ہر قسم کی بدافعالیوں میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا اور نہ والدین یا ذمہ داران تربیت پر ان کی کوئی ذمہ داری ہوگی، حالانکہ غالباً وہ صاحب بھی اس کے قائل نہ ہوں گے۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

(ح) علیٰ ہذا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گڑیوں سے ان کا استدلال بھی محض مغالطہ ہے۔ اصل یہ ہے کہ اُس قسم کی گڑیوں کو محض مجازاً "تصویر" یا "تمثال" کہا جا سکتا ہے ورنہ درحقیقت وہ تصویر ہوتی ہی نہیں تھیں — وہ تو ساڑھے تیرہ سو برس پہلے کا قصہ ہے جبکہ سینے پرونے کا فن بہت ہی ابتدائی درجہ میں تھا اور سوئی دھاگے کی مدد سے کپڑوں کو بس کسی طرح جوڑ ٹانک لیا جایا کرتا تھا، اب جبکہ یہ فن اس قدر ترقی کر گیا ہے جن گھروں میں جاپان یا امریکہ کی بنی ہوئی یہ مورتیاں نہیں آسکتی ہیں اُن گھروں کی چھوٹی بچیاں اس زمانہ میں بھی

کپڑے کی جو گڑیاں بنالیتی ہیں ان کی حیثیت عام طور سے اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوتی کہ دل بہلانے کیلیے اس کو ننی منی "یا "ننا منا" فرض کر لیا جاتا ہے ورنہ اس کے ہاتھ پیر اس کی آنکھ ناک وغیرہ میں اصل کے لحاظ سے اتنی کمی ہوتی ہے کہ اس کو حقیقی تصویر نہیں کہا جاسکتا ــــ پس جب آج یہ حال ہے تو سوچیے کہ اب سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے عرب جیسے صنعت و تمدن کی ترقی سے دور ملک میں بچیاں جو گڑیاں بناتی ہونگی ان کی صورت کیا ہوتی ہوگی اور تصویری لحاظ میں ان میں کس قدر کمی ہوتی ہوگی۔

تو درحقیقت حضرت صدیقہ کے پاس جو گڑیاں تھیں ان کی حیثیت یہی تھی اور بلاشبہ آج بھی بچیوں کیلیے ایسی گڑیاں بنانا اور ان سے کھیلنا جائز ہے لیکن ان پر قیاس کر کے چینی یا ربڑ کی یا دوسرے مسالوں اور دھاتوں سے بنی ہوئی ان مورتیوں اور مجسموں کو جائز سمجھنا جن کی صفت میں اللہ پاک کی صفت خالقیت کی پوری پوری نقل اتارنے کی اس درجہ کوشش کی گئی ہے کہ بعض اوقات حقیقت کا شبہ ہو جاتا ہے مقاصد شریعت اور مزاج شریعت سے انتہائی ناواقفی ہے اور اس کے باوجود احکام شریعت میں مجتہدانہ یا مفتیانہ طریقہ پر دخل دینا سخت ناروا جسارت۔

[بعض شارحین حدیث اور مصنفین نے حضرت صدیقہ کی گڑیوں والی حدیث کی اور توجیہات بھی کی ہیں جو ہمارے مدعا کے خلاف نہیں ہیں لیکن ان کو ہمارے خیال میں صرف تصنیفی نکتہ سنجی ہی کہا جاسکتا ہے، اور حقیقت انشاء اللہ اس کے سوا نہیں ہے جو اوپر راقم نے عرض کیا اور ہر وہ شخص اس کو سمجھ سکتا ہے جس نے چھوٹی بچیوں کی بنائی ہوئی وہ قدیم طرز کی گڑیاں دیکھی ہوں]

خلاصہ جواب یہ ہے کہ جن مورتوں اور مجسموں کے متعلق سوال کیا گیا ہے جہاں تک ہم نے سمجھا ہے شریعت اسلامی میں ان کے جواز کی کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ اگر کسی گھر میں وہ موجود ہوں تو ان کا توڑ پھوڑ دینا واجب ہے۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب و یتوب اللہ علی من تاب۔

نوٹ:۔ یہاں سوال کا مختصر جواب دیدیا گیا ہے تصویر اور اس کے متعلق احکام کی تفصیلات مع مالہ وما علیہ کے معلوم کرنے کی اگر کسی صاحب کو ضرورت ہو تو مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دار العلوم دیوبند کے رسالہ التصویر لاحکام التصویر کی طرف رجوع فرمائیں وہ ہمارے خیال میں اس مسئلہ میں کافی وافی ہے۔

تاریخ و سیرت کی چند قابل دید کتابیں

رحمۃ للعالمین (جدید الطبع) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ کے بیان اور اسلام و قرآن کے خصائص کی توضیح و تشریح میں قاضی محمد سلیمان پٹیالوی مرحوم کی بے مثل وجد آفریں اور ایمان افروز تصنیف جو تین ضخیم جلدوں میں ہے قیمت جلد اول ۴؍ جلد دوم ۲؍ جلد سوم ۲؍

نشر الطیب حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی مشہور تالیف ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود نوری سے وفات شریف بلکہ داخلِ جنت تک کے احوال مستند روایات سے لکھے گئے ہیں۔ قیمت ۱؍۸ — رعایتی ایک روپیہ چار آنہ ۱؍۴

سیرت خاتم الانبیاء از مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی اختصار کے باوجود جامع و معتبر اور مستند سیرت ہے علماء نے اس کو بہت پسند کیا ہے بہت سے مدارس میں داخل نصاب ہو چکی ہے قیمت ۱۰؍ رعایتی ۸؍

رسولِ کریم سیرت نبوی کے موضوع پر یہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی کی بلند اور فاضلانہ تصنیف ہے جو دورِ حاضرہ کی ضروریات اور جدید علمی مذاق کو پیش نظر رکھکر لکھی گئی ہے تعلیمی اداروں میں داخل نصاب ہو چکی ہے۔ قیمت عہ؍ رعایتی ۱۴؍

صاحب قرآن قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل سیرت جو صرف قرآن کی روشنی میں لکھی گئی ہے اصلی نام "سیرۃ الحبیب الشفیع" ہے۔ تالیف مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی۔ قیمت ۴؍

پاک زندگی از مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ العلماء ہند کی تصنیف ہے جس میں حضرت ابراہیم اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگیوں کو خاص انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ قیمت ۴؍

سلمان فارسی کا اسلام مختصر قابل دید رسالہ ہے قیمت ۲؍ رعایتی ڈیڑھ آنہ (۱؍۶)

حیاتِ خضر حضرت خضر علیہ السلام کی معتبر سوانح عمری قیمت ۵؍ رعایتی ۴؍

مولوی معنوی مولانا رومی کی سوانح حیات۔ قیمت ۵؍ رعایتی ۴؍

النبی الخاتم سیرت نبوی کے موضوع پر حضرت مولانا گیلانی کی وجد آور تصنیف مفصل اشتہار ٹائٹل پر ملاحظہ فرمائیے قیمت مجلد خوشنما ایک روپیہ۔ رعایتی ۱۳؍

بلاکشانِ اسلام اسلام کی خاطر مبتلائے مصائب ہونیوالے صحابہ قیمت ۵؍

تاریخ الاسلام اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی عزیز اولاد دیانت صداقت اور قوت عمل وغیرہ وغیرہ جملہ اخلاق حسنہ میں تعلیمات اسلام کے سچے پیرو ہوں تو آپ ضرور بالضرور تاریخ اسلام کے یہ حصے انکو پڑھائیے پہلے حصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی بیان کیگئی ہے دوسرے حصہ میں مدنی زندگی اور تیسرے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک اخلاق فاضلہ روزانہ کے پروگرام، معاشرتی اور اقتصادی مجالس مقدسہ کے آداب وغیرہ وغیرہ نہایت سلیس زبان میں بڑی احتیاط کیساتھ مستند طور پر سوال و جواب کی شکل میں ترتیب دیے گئے ہیں۔ قیمت حصہ اول ۸؍ رعایتی ۶؍ حصہ دوم ۱۲؍ رعایتی ۱۰؍ حصہ سوم ۸؍ رعایتی ۶؍

اسلام اسلام اور پیغمبر اسلام کی تاریخ کے بیان میں مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی کی بہترین مستند مقبول ترین کتاب ہے طبع جدید مجلد ۱۲؍

رسولِ مقبول بچوں کے خاص ذوق اور انکی دلچسپی و حد برداشت کا پورا لحاظ رکھکر یہ کتاب مرتب کیگئی ہے اس قابل ہے کہ ہر مدرسہ میں داخل نصاب کیجائے جابجا مولانا حالی اور حفیظ جالندھری جیسے بلند پایہ شعراء کا منظوم کلام بھی اس میں درج کرکے ذکر نبوی کی حلاوت اور دلچسپی کو بڑھا دیا گیا ہے۔ لڑکے اور لڑکیاں اس کتاب کو شوق سے پڑھتے ہیں قیمت ۸؍ رعایتی ۶؍

سیرِ خلفاء راشدین حضرات خلفاء اربعہ کے مناقب و فضائل ان کے سوانح حیات اور انکی خلافت کی حقانیت کے ثبوت میں مولانا عبد الشکور صاحب کی بے مثل تالیف۔ قیمت ۱؍

بیان الامراء علامہ سیوطی کی مشہور کتاب تاریخ الخلفاء کا اردو ترجمہ قیمت دو روپیہ (عہ) رعایتی (عہ؍)

فردوس آسیہ صحابہ کرام اور اہلبیت کے فضائل خلفاء راشدین، ازواج مطہرات، اور حضرت فاطمہ زہرا و حضرات حسنین کے سوانح حیات و مناقب پر واعظانہ رنگ میں اچھی کتاب ہے۔ جابجا اشعار کی چاشنی بھی ہے قیمت عہ؍ رعایتی عہ

نیک بیبیاں اس میں حضرت حلیمہ سعدیہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت فاطمہ زہرا کے مختصر اور سبق آموز حالات لکھے گئے ہیں کوئی مسلمان بچی اس کے مطالعہ سے خالی نہ رہنی چاہئے۔ قیمت ۵؍ رعایتی ۴؍

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ الفرقان۔ بریلی

کتب تاریخ و سیرت

- "رحمۃ للعالمین" (از قاضی محمد سلیمان) جلد اول
- ایضاً ” جلد دوم
- ایضاً ” جلد سوم
- "النبی الخاتم" (از مولانا مناظر احسن گیلانی) ۱۲؍
- "نشر الطیب" (از مولانا تھانوی)
- "سیرت خاتم الانبیاء" (از مولانا محمد شفیع صاحب) ۱۰؍ ۸؍
- "رسول کریم" (از مولانا حفظ الرحمٰن) ۱۲؍
- "نبی عربی" (از مولانا زین العابدین سجاد) ۱۲؍
- "رسول مقبول" ۶؍
- "اسلام" (از مولانا عاشق الٰہی میرٹھی مرحوم) ۸؍
- "تاریخ الاسلام" (از مولانا محمد میاں) حصہ اول ۶؍
- ” ” حصہ دوم ۱۰؍
- ” ” حصہ سوم ۶؍
- "فاتحہ قرآن قرآن میں" ۴؍
- "نغمۂ عنبریہ بذکر میلاد خیر البریہ" ۳؍
- "پاک زندگی" (از مولانا احمد سعید دہلوی) ۴؍
- پہلی تقریر سیرت ” ”
- دوسری ” ”
- خصائل النبی اردو شرح شمائل ترمذی
- "معراج کی رات" (از مولانا تھانوی) ۶؍
- "سیرت خلفاء راشدین" ۱۰؍
- "مناقب الخلفاء" ۴؍
- "بیان الامراء ترجمہ تاریخ الخلفاء"
- "فردوس آسیہ"
- "ابوذر غفاری" (از مولانا گیلانی) ۱۲؍
- "سلمان فارسی کا اسلام" ۱؍
- "سیف اللہ الجبار" (خالد بن ولید) ۴؍
- "الصالحات" ملقب نیک بیبیاں ۴؍
- "حکایات صحابہ" (از مولانا زکریا) ۱۲؍
- "بلاکشان اسلام" ۴؍
- فتوح العرب قیمت رعایتی
- فتوح المصر ۱۲؍
- اشاعت اسلام
- فتوح الشام
- فتوح العجم ۱۵؍
- سیرت سید احمد شہید
- محاسن سجاد — حیات سجاد

علمی و اصلاحی کتابیں

- "دین و دانش" (از پروفیسر محمود علی)
- "دین و آئین" ” ”
- "حیات المسلمین" (از مولانا تھانوی) ۱۲؍ ۹؍
- "تبلیغ دین" ترجمہ اربعین امام غزالی ۱۲؍ ۱۱؍
- "اخلاق محمدی" ہر حصہ فی حصہ ۸؍
- "ثمرات الاوراق" ہر چہار حصہ فی حصہ ۴؍
- "اثمار الاقوال" ۴؍
- "جنت کی کنجی" (از مولانا احمد سعید صاحب)
- "دوزخ کا کھٹکا" ” ” ۱۲؍
- "خدا کی باتیں" ” ”
- "مشائخ چشتیہ اور اتباع شریعت"
- "ہندوستان اور مسئلہ امارت"

مطبوعات ندوۃ المصنفین دہلی

- "قصص القرآن" (از مولانا حفظ الرحمٰن صاحب)
- "اخلاق و فلسفۂ اخلاق" ” ”
- "وحی الٰہی" (از مولانا سعید احمد ایم۔ اے)
- "فہم قرآن" ” ”
- تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام (از مولانا محمد طیب صاحب)
- "اسلام کا اقتصادی نظام" (از مولانا حفظ الرحمٰن صاحب)
- غلامان اسلام (از مولانا سعید احمد ایم۔ اے)
- اسلام میں غلامی کی حقیقت ” ”
- "نبی عربی" (از قاضی زین العابدین سجاد) ۱۲؍
- "ہندوستان میں قانون شریعت کا نفاذ" ۴؍
- "سوشلزم کی بنیادی حقیقت"
- "شہنشاہیت" مجلد
- "بین الاقوامی سیاسی معلومات" مجلد
- "تاریخ انقلاب روس"
- "مفتاح العربیہ" بکلام عربی ہر دو حصہ

اسلام کی صداقت ثابت کرنے والی کتابیں

- تقریر دلپذیر (از حضرت مولانا محمد قاسم صاحب)
- "حجۃ الاسلام" ” ” ۸؍
- "انتصار الاسلام" ” ” ۶؍ ۵؍
- "قبلہ نما" ” ”
- "میلہ خدا شناسی" ” ” ۲؍ ۱؍
- "الاسلام" (از مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی) ۶؍
- "العقل والنقل" ” ” ۱۲؍ ۹؍
- "اعجاز القرآن"
- "الانتباہات المفیدۃ" (از مولانا تھانوی) ۹؍ ۸؍
- "حل الانتباہات" جدید علم کلام پر جامع کتاب
- "ازالۃ الشکوک" جلد دوم (اول نایاب)
- "نوید جاوید"
- عدم تحمیل ۳؍
- مباحثہ سماج بریلی (تناسخ اور الہام وید کی بحث) ۲؍ ۲؍

کتب رد خاکساریت

- خاکسار تحریک مذہب و سیاست کی روشنی میں ۱۰؍
- المشرقی علی المشرقی
- خیر جاری ۱؍ — ضرب کاری
- خاکسار تحریک کیوں قابل قبول نہیں؟ ۱؍
- مشرقی اور اسلام ۶؍ — خاکساری فتنہ
- عسائیت کے ڈونڈرے ۲؍ — تبصرہ بر تذکرہ ۱؍

کتب رد مرزائیت

- ختم النبوت حصہ اول و سوم
- عشرہ کاملہ
- مباہلہ پاکٹ بک مجلد ۸؍
- مسیح موعود کی پہچان ۲؍
- امراض مرزا ۱؍
- ملفوظات مرزا ۵؍
- دعاوی مرزا ۱؍
- اسلام اور مرزائیت ۲؍ ۱؍
- چیستان مرزا ۱؍
- عقائد قادیانی منظوم ۱؍
- اول المسیحین
- فتویٰ تکفیر قادیانی ۱؍

ضروری باتیں

(۱) پانچ روپیہ یا زیادہ کی فرمائش کے ساتھ کچھ پیشگی ضرور بھیجیے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت کا حق نہیں۔

(۲) اپنا نام و پتہ صاف اور خوشخط لکھیے۔ اگر کتابیں ریلوے سے منگانی ہوں تو اسٹیشن کا نام بھی صاف لفظوں میں لکھیے۔

(۳) بھول چوک لینی دینی۔ (مینیجر)

تالیفات مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

- الجہاد فی الاسلام مجلد صہ بلا جلد للعہ
- تنقیحات مجلد ۳ بلا جلد عہ
- تفہیمات مجلد ۳ بلا جلد عہ
- پردہ مجلد ۳ بلا جلد عہ
- خطبات عہ
- دینیات مجلد عہ بلا جلد ۱۲ر
- دینیات انگریزی ایڈیشن مجلد عہ
- مسئلہ قومیت (جدید ایڈیشن) عہ
- سیاسی کشمکش حصہ اول ۶ر
- " " حصہ دوم عہ
- " " حصہ سوم عہ
- اسلام اور جاہلیت ۴ر
- نیا نظام تعلیم ۳ر
- سلامتی کا راستہ ۴ر
- اسلام کا نظریہ سیاسی ۲ر
- اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے ۲ر
- اسلام میں قربانی ۳ر

تصنیفات حضرت شاہ ولی اللہ رح

- حجۃ اللہ البالغہ مصری عہ
- حجۃ اللہ مع ترجمہ اردو (لاہوری) ے
- بدور بازغہ (مطبوعہ مجلس علمی) ۱۴ر
- خیر کثیر (کمیاب) (") عہ
- تفہیمات الٰہیہ کامل (") ے
- مسوی مصفیٰ کامل رعایتی قیمت صہ
- انصاف مع ترجمہ اردو و کشاف ۸ر
- فیوض الحرمین مع ترجمہ اردو ۱۲ر
- انفاس العارفین فارسی عہ
- الفوز الکبیر فارسی کامل ۱۲ر
- الفوز الکبیر عربی ۸ر
- شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل ۶ر
- عقد الجید مع ترجمہ اردو ۸ر
- الدر الثمین ۲ر
- ہوامع شرح حزب البحر ۶ر
- فیصلہ مسئلہ وحدۃ الوجود ۳ر
- سطعات (طبع جدید) ۴ر

مطبوعات مکتبہ الفرقان بریلی (جن کی صرف رعایتی قیمتیں لکھی گئی ہیں)

- تذکرہ شاہ ولی اللہ رح قسم اول عہ
- قسم عام ۱۲ر
- (مجلد منگوانے کی صورت میں ۸ر زیادہ ہوں گے)
- امام ولی اللہ کی حکمت کا اجمالی تعارف ۸ر
- تمدن اسلام کا پیغام ۱ر
- اشتراکیت اور مذہب و اخلاق ۱ر
- عدم تحمل ۲ر
- مباحثہ سماج بریلی ۲ر
- النبی الخاتم مجلد ۱۳ر
- خطبات بمبئی ۱۲ر
- نماز اور خطبہ کی زبان ۱ر
- جدید تعلیم اور علماء کرام ۲ر
- خاکسار تحریک مذہب و سیاست کی روشنی میں ۱۰ر
- خاکسار تحریک کیوں قابل قبول نہیں؟ ۱ر
- امیر ناطق کا مفہوم ۱ر
- حدوث روح و مادہ ۱ر

چند خاص درسی کتابیں یا ان کے شروح وحواشی

- بخاری شریف (طبع اصح المطابع دہلی) عہ
- مسلم شریف (" ") عہ
- مشکوٰۃ شریف صہ
- جلالین شریف مجتبائی ے
- فیض الباری فی شرح صحیح بخاری ۴ جلد للعہ
- نصب الرایہ (تخریج زیلعی) ۴ جلد عہ
- مبسوط سرخسی مصری تیس جلد عہ
- عینی شرح بخاری مصری ۲۵ جلد لعہ
- مؤطا امام مالک عہ
- مسوی مصفیٰ شرح مؤطا از شاہ ولی اللہ رح صہ
- الکوکب الدری (تقریر ترمذی شریف) ۲ جلد ے
- مشکلات القرآن از مولانا انور شاہ رح ۳

جلدی عربی سکھانیوالی کتابیں

- مفتاح العربیہ یا کلام عربی دو حصہ عہ
- مرقاۃ العربیہ حصہ اول ۶ر
- حصہ دوم ۸ر
- حصہ سوم ۵ر
- عربی زبان کا قاعدہ ۲ر
- روضۃ الادب ۸ر
- الترجمۃ العربیہ عہ

بسلسلہ حمایت توحید و سنت

- شرک و توحید ۱ر
- اسلامی توحید قسم اول ۲ر قسم دوم ۱ر
- ہدایات قادریہ (ہماری گیارھویں) ۱ر
- بوارق الغیب قسم اول عہ
- " قسم دوم ۱۲ر
- تاریخ میلاد ۱۰ر
- شائع حقیقی قسم اول ۲ر قسم دوم ۲ر
- "اعلان النظر فی اذان القبر" ۲ر
- "احکام النذر لاولیاء اللہ" ۱ر
- مروجہ مجالس نبوی اور محافل میلاد پر تبصرہ ۱ر
- مجدد الف ثانی اور زمانہ حال کے اہل بدعت ۲ر
- مشائخ چشتیہ اور سماع مزامیر ۱ر
- ادو حاضر ناظر ۱ر
- "تیجہ دسواں وغیرہ" ۱ر
- فتح بریلی کا دلکش نظارہ قسم اول ۲ر قسم دوم ۲ر
- "جہنم کی بشارت" ۲ر
- کوائف بمبئی ۱ر
- بریلوی کا نادان دوست ۱ر
- مسئلہ علم غیب پر فیصلہ کن مناظرہ ۸ر
- " قسم دوم ۶ر
- الکوکب الیمانی ۱ر
- وہابی کی پہچان ۱ر
- مناظرہ گیا ۶ر
- تحریری مناظرہ ۱ر
- نئے مجدد کا نیا ایمان ۱ر
- صاعقہ آسمانی کامل (نادر) ۱۲ر

ملنے کا پتہ:- مکتبہ الفرقان بریلی

Regd. No. A. 353.

پرنٹر و پبلشر (مولوی) محمد منظور نعمانی نے بریلی الیکٹرک پریس بریلی میں چھپوا کر دفتر الفرقان بریلی سے شائع کیا